ماہنامہ
المرشد

جنوری 2016ء
ربیع الاول / ربیع الثانی 1437ھ

عن أنس رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: ما من قوم اجتمعوا يذكرون الله لا يريدون بذلك إلا وجهه إلا ناداهم منادٍ من السماء أن قوموا مغفوراً لكم قد بدلت سيئاتكم حسنات (رواه أحمد، رقم الحديث 12453)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی رضا جوئی کیلئے اس کا ذکر کرنے مل بیٹھتے ہیں، ان کو آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ مغفرت کیئے ہوئے اٹھو میں نے تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے۔

جن دلوں سے اللہ کی یاد ہی مٹ گئی وہ دل
نہیں سینے میں پتھر ہے تباہی کا سبب ہے۔ صفحہ نمبر ۱۳

تصوف

تصوف کیا ہے؟

دنیا میں ہمیں کوئی شخص ایسا نہیں ملے گا جو کسی ایسی طاقت کو نہ مانتا ہو جو سب پر غالب ہو اور سب کی رسائی سے بالاتر ہو لیکن ہر کوئی اسے اپنے انداز میں مانتا ہے اور اپنی مرضی سے اس طاقت کا نام رکھ لیتا ہے۔ ہر انسان کے دل، ضمیر و باطن میں یہ ایک فطری خانہ ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی مذہب، کسی نہ کسی ایسی غیبی طاقت کو چاہتا ہے جس سے وہ مدد و تحفظ چاہتا ہے، جو اس کے سارے کام کر دے، اس کی مشکلات آسان کر دے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ تمام مذاہب باطل کیوں ٹھہرے؟ اس لیے کہ اللہ کو ایسا مانا جائے جیسا وہ ہے یہ تو اسلام ہے اور اپنی پسند سے مانا جائے تو یہ اسلام نہیں ہے۔ اب اللہ کو کیسے ایسا مانا جائے جیسا وہ ہے، اس کی ذات و صفات کو کیسے پہچانا جائے؟ اللہ کی ذات، اس کی صفات وہ ہیں جو اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہلوایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ کریم نے دین حق عطا فرمایا اور دین حق ہی اللہ کو ماننے کا صحیح سلیقہ، اللہ کی اطاعت اور زندگی کے ہر کام کرنے کا صحیح طریقہ ہے۔

کیسی عجیب بات ہے کہ پوری دنیا میں اللہ کا پیغام، اللہ کے ایک بندے کے پاس پہنچے اور زمین پر اقوام عالم اس کا انکار کرنے کو تیار کھڑی ہوں اور نبی ﷺ کو دنیوی کشش رکھنے والی تمام اشیاء کی پیشکش کر دیں کہ حق چھوڑ دو لیکن نبی کریم ﷺ نے خوبصورت جواب ارشاد فرمایا کہ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج لا کر رکھ دو پھر بھی یہی کہوں گا کیونکہ یہی حق ہے۔ یہ یقین اور اعتماد کہاں سے آئے؟

ہم موروثی مسلمان ہیں لیکن آج ہم بھی کہتے تو ہیں کہ آخرت ہو گی، قیامت ہو گی۔ دیکھا جائے گا کیا ہو گا؟ ٹھوس یقین ہم میں نہیں ملتا۔ صحابہؓ کے ساتھ اسلام برصغیر میں پہنچا تو ہماری نسلوں کو مسلمان ہوئے بھی تو چودہ صدیاں بیت گئیں لیکن سینوں میں یقین تلاش کرنے نکلیں تو نہیں ملتا۔ اگر یقین ہوتا تو برائی سے روکتا، جھوٹ، حرام کھانے، رشوت، اقربا پروری، ظلم و زیادتی غرض ہر برائی سے روکتا اور معاملات کے کھرے پن میں نظر آتا۔ اب یہ یقین کہاں سے آئے؟

آقائے نامدار ﷺ سے دو نعمتیں تقسیم ہوتی ہیں۔ تعلیماتِ نبوت یعنی کلمہ طیبہ پڑھنے سے لے کر زندگی کے ہر مسئلے کا حل، قرآن کریم، حدیث پاک یہ سب تعلیمات نبوت ہیں۔ اس کے ساتھ ایک اور شعبہ برکاتِ نبوت کا ہے۔ برکاتِ نبوت وہ یقین اور تیقن ہے جو انسان کو ان تعلیمات پر قائم کر دے اور بندہ کا یقین آخرت پر بن جائے اور وہ زندگی میں اس کے لیے تیاری کر لے۔ یہ تصوف ہے۔

تصوف دین سے الگ کوئی چیز نہیں۔ انہی تعلیمات پر یقینِ قلبی حاصل کرنا تصوف ہے۔ یہ برکاتِ نبوت صفحہ قرطاس سے منتقل نہیں ہوتیں، دلوں سے دلوں کو سفر کرتی ہیں۔ ان برکات کو نبی کریم ﷺ سے صحابہؓ نے، صحابہؓ سے تابعینؒ اور تابعینؒ سے تبع تابعینؒ نے حاصل کیا اور تبع تابعینؒ سے آج تک اور قیامت تک اللہ کے خاص بندے یہ حاصل کر رہے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے۔ جنہیں اللہ توفیق دیتا ہے وہ اسے تقسیم کرتے ہیں اور مشائخ کہلاتے ہیں۔ اور تصوف یہ ہے کہ پیر یا شیخ وہ یقین جو بارگاہِ رسالت سے تقسیم ہوتا ہے، ہمارے دل میں بھی پیدا کر دیں تاکہ تعلیماتِ نبوت پر خلوص دل سے کماحقہٗ عمل ہو سکے، اسی یقین کا حصول تصوف ہے اور آج اسی کی ہم سب کو سخت ضرورت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

المرشد

PS/CPL#15

جنوری 2016ء ربیع الاول ربیع الثانی 1437ھ

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقہ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
شرح صدر	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	17
اکرم التفاسیر، سورۃ النمل 60-66	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	21
سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	31
ذکر خفی قلبی	مولانا محمود خالد، بہاولپور	36
نبی ﷺ رحمت کے وارث	ڈاکٹر ملک مدیل افتخار اعوان	40
مساعی جمیلہ	الاخوات، لاہور	41
خواتین کا صفحہ	ام فاران، راولپنڈی	44
بچوں کا صفحہ	ع خان، لاہور	47
طب	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	49
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
Tassawuf	Maulana Allah Yar Khan(RAU)	57

جلد نمبر 37 شمارہ نمبر 5

مدیر: محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت/سری لنکا/بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر: عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور
Ph:042-35180381, Email:monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال ۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org/info
Ph:0543-562200, FAX: 0543-562198 Email: darulirfan@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

O یہاں اس دائرے میں اگر X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔"

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل
تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

تصوف کا خلاصہ

یہی خلاصہ ہے سارے تصوف کا۔ اللہ اللہ کی تکرار کرنے سے دل میں وہ صلاحیت آتی ہے کہ آدمی عقائد اسلامیہ کو دل سے قبول کرتا ہے اور وجود میں وہ ہمت پیدا ہوتی ہے کہ اتباعِ سنت کے لیے محنت کرتا ہے اگر کوئی شخص خلاف سنت کرتا ہو اور اسے تصوف کا نام دے تو اس کی مثل تو یہ ہے "برعکس نہند نام زنگی کافور"

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے طور کو تمہارے سروں پر معلق کر دیا کہ وعدہ کرو اور مانو جو ہم نے بھیجا ہے۔ تورات کو مضبوطی سے پکڑو ورنہ یہ عظیم پہاڑ تم پر گرا دیا جائے گا۔

جب یہ حال بنا تو سب سجدے میں گر گئے اور لگے گڑگڑانے اور وعدہ کرنے۔ اللہ نے اسے بھی بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ اگر تم نہ مانتے تو نقصان کس کا تھا۔ سو ہم نے تم سے منوا کر تمہیں یہ موقع بخشا کہ تم ان کو مانو، یاد رکھو، ان پر عمل کرو کہ تقویٰ جیسی نعمت میسر ہو۔ یہاں اکراہ فی الدین نہیں ہے بلکہ یہ اول مسلمان تھے مگر عملاً جب تورات کو پڑھا تو پھسلنے لگے کہ جی اس پر عمل دشوار ہے تو اللہ نے ان پر طور پہاڑ کو معلق فرما دیا کہ اب عمل کرو اور مانو، ورنہ قتل کر دیے جاؤ گے۔ جیسے اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے کافر کی نہیں۔

مسلمانوں سے اسلام پر عمل کرانا اہل اختیار کی ذمہ داری ہے

اور یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ مسلمان سے اسلام پر عمل کرانا صاحب اختیار کی ذمہ داری ہے ورنہ اُسے سزا دے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو خود ماخوذ ہوگا جب ہی تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے مقدس دور میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دُرّہ لیے پھرا کرتے تھے۔ کاش آج کے حکمرانوں کو بھی اللہ یہ سمجھ دے۔

پھر اس کے بعد بھی تم وعدے پر قائم نہ رہے اور عہد شکنی کی جس کی تازہ مثال نبی اکرم ﷺ سے تمہارا عناد ہے مگر اللہ کا فضل اور عموم رحمت ہے کہ تمہیں تا بہ عمر مستعار مہلت مل رہی ہے ورنہ تم سخت خسارے میں تھے اور قریب تھا کہ تم پر عذاب آپڑے تم تو شروع سے ہی غلطیاں کرتے چلے آرہے تھے۔ یہ اللہ کی رحمت تھی کہ جگہ جگہ تمہیں سہارا دیتی چلی آئی اور بعثت محمدیہ ﷺ ایک خاص رحمت تھی جس کے سبب سے کفار سے بھی عمومی عذاب ہٹ گئے لیکن آخر تا بہ کے، ایک روز تو بارگاہِ الٰہی میں پیش ہونا ہی ہے۔ اگر دنیا میں موسیٰ علیہ السلام سے بدعہدی کر کے فوراً ہلاک نہ ہوئے تو کیا ابدی ہلاکت سے بچ سکو گے؟ سو یہ بھی اللہ کا فضل اور رحمت ہے کہ فوراً گرفت نہ فرمائی اور توبہ کی مہلت عطا کر رکھی ہے ورنہ تم خوب جانتے ہو۔

اداریہ

مومن

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ (سورۃ الانبیاء 94 :)

ترجمہ : پس جو نیک کام کرے گا اور ایمان والا بھی ہو گا سو اس کی محنت ضائع جانے والی نہیں اور بے شک ہم اس کو لکھ لیتے ہیں۔

لفظ مومن کے معنی ایمان لانے والا، ایمان دار کے ہیں اور لفظ ایمان کے معنی ماننا، عقیدہ، مذہب کے ہیں۔ مومن سے لفظ مومنیت بھی بنتا ہے جس کے معنی مطیع، فرمانبردار ہونا ہیں۔ حدودِ شرعی میں مومن کا مفہوم تب تک اکمل نہیں ہو گا جب تک ماننا صدقِ دل سے نہ ہو۔ اسی لیے اسلام میں اقرار و باللسان کے ساتھ تصدیق بالقلب ضروری ہے۔

مندرجہ بالا آیہ کریمہ میں جہاں مومن کے عمل صالح پر اچھے اجر اور ثواب کی نوید ملتی ہے وہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کسی اچھے عمل کے عنداللہ مقبولیت کے لیے بھی ایمان کا ہونا لازم ہے۔ حقیقی معنی میں مومن ہونا اللہ پاک کی بہت بڑی عطا ہے کہ خالق کائنات نے تمام مخلوقات میں بشر کو فضیلت عطا فرمائی اور بشر کی بشریت کا معیار ذاتی قرب کے مدارج میں پسند فرمایا اور قرب کا راستہ دینِ اسلام کو مقرر فرمایا۔

اُمت محمدیہ تو ساری زندگی بھی سجدہ شکر میں بسر کر دے تو کم ہے کہ اللہ پاک نے اُسے اپنے حبیب ﷺ کی اُمت ہونے کا عظیم شرف بخشا ہے جبکہ آج ہم اس حد تک گر چکے ہیں کہ جتنا خیال دنیوی مصنوعات کے استعمال کے لیے کمپنی کے مقرر کردہ اصولوں کا رکھتے ہیں اتنا بھی احساس نہیں رکھتے کہ خالق نے مخلوق کے لیے کیا اصول مقرر فرمائے ہیں۔ کس ڈھٹائی سے کہہ دیا جاتا ہے کہ معیشت کی بہتری کے لیے سود کی حرمت میں کوئی راہ نکالی جائے اور جس پاکستان کی تعمیر میں پانی کی جگہ خون، پتھر گارے کی جگہ ہڈیاں اور گوشت لگا کہ مقصد اسلام تھا۔ آج اس کی ترقی کا مدار جمہوریت اور لبرل ازم میں پنہاں ہے۔ ہم اس حد تک سنگ دل ہو چکے ہیں کہ کسی کی مرگ میں بھی اپنی تشہیر ڈھونڈتے ہیں، کسی کی تکلیف کا مداوا بھی اپنے احسان پر لے آتے ہیں، تمام تر انفرادی و اجتماعی کاوشوں کا حصول ذاتی اناء پر رکھتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ ہم ایسے کردار کے ساتھ کس طرح پر امن اور ترقی یافتہ معاشرہ تعمیر کر سکیں گے۔ حقیقی جمہوریت درکار ہو، حقوق و فرائض کا بہترین تعین درکار ہو، سزا و جزا میں عدل اور مساوات درکار ہو تو یہ سب کچھ ملے گا مگر فقط دامنِ اسلام میں۔

بات سمجھنے اور عمل کرنے کی ہے یعنی جب مومن دعویٰ کرتا ہے میرے اللہ پاک! میرے نبی کریمؐ تو یہ دعویٰ تب مکمل ہو گا جب اتباع بھی کرے گا۔ مومن کی تو معراج ہے کہ اپنے عمومی معاملات میں بھی ارشادات عالی خوش دلی سے قبول کرے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النساء:65)

"پس آپ کے پروردگار کی قسم جب تک یہ لوگ اپنے جھگڑوں میں آپ کو منصف نہ بنائیں پھر آپ کے فیصلہ پر ان کے دل تنگ نہ ہوں اور آپ کے حکم کو خوشی خوشی نہ مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔"

دعا ہے اللہ پاک ہمیں حقیقی معنوں میں مومن بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔
شیخ المکرم مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○ اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ ○ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ○ اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

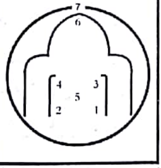

پہلا لطیفہ: بکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے: کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داودٗ طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت قلزم فیوضات حضرت العلاّم مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمۂ مَن و خاتمۂ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

کلامِ شیخ

شعری مجموعے

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

گردِ سفر	کون سی ایسی بات ہوئی ہے	نشانِ منزل
متاعِ فقیر	دل دروازہ	سوچ سمندر
آس جزیرہ		دیدہ تر

نعت

تا ابد روشن جہاں سارا ہوا
ذات تیری ہے سمندر نور کا

تشنہ لب سیراب ہوتے ہیں جہاں
فیض کا تیرے سمندر بیکراں

خلق کی سب خوبیاں، حسن و جمال
ذات تیری سب کمالوں کا کمال

علم انساں اس سے آگے کچھ نہیں
تو ہے دو جگ کے حسینوں کا حسیں

آدمی سمجھے گا کیا تیرا مقام
بعد اللہ کے فقط تیرا ہے نام

اپنا ہے ایمان تیرا پاک نام
سارے نبیوں میں ترا اونچا مقام

ہے دُعا سیماب کی محبوب رب
تا ابد ہم کو غلامی ہو نصیب

سیماب اویسی

''آس جزیرہ'' سے انتخاب

اقوالِ شیخ

1۔ تلاوت کرنے والا عبادات پر کاربند ہوجاتا ہے۔اس کے الفاظ اور اس کے اثرات کے ساتھ جو کیفیات آتی ہیں وہ روح کو تقویت دیتی ہیں۔(المرشد نومبر 2014،صفحہ 9)

2۔ ذکر کا حاصل عظمتِ الٰہی ہے، آخرت کی تیاری ہے، گناہوں کی معافی اور اللہ کی بارگاہ میں رسوائی سے بچنا ہے۔ (المرشد، جون 2015ء صفحہ 16)

3۔ توبہ کی قبولیت اور گناہوں کی معافی کی دلیل یہ ہے کہ آئندہ گناہوں سے نفرت ہوجائے۔ المرشد، جولائی 2015ء، صفحہ 38)

4۔ مومنین کون ہیں؟ جو خلوصِ دل سے اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔(اکرم التفاسیر، جلد 4، صفحہ 171)

5۔ ذکر اللہ بقائے اور بقائے دین کا سبب بھی ہے اس لیے اس میں سستی نہ کیجئے، محنت کیجئے۔(المرشد، اگست 2013ء، صفحہ 15)

6۔ حقیقی موت وہ ہے جس میں انسان گمراہ ہوجاتا ہے۔روح اور جسم اللہ سے دُور اور اس کی ناراضگی کی نذر ہوجاتے ہیں۔(اکرم التفاسیر، جلد 2، صفحہ 204)

7۔ "تصوف کے بغیر نہ تحریک چلتی ہے نہ کامیاب ہوتی ہے جس کا جی چاہے کر کے دیکھ لے۔سوائے اس کے خلوص نہیں ہوتا۔"(حیاتِ جاوداں، حصہ اول، صفحہ 195)

8۔ "دین کی اصل تزکیہ باطن ہی ہے۔آقائے نامدار ﷺ کا فیض جاری وساری ہے اور اسے بانٹنے والے اہل اللہ کے وجود سے زمین کا سینہ کسی لمحہ بھی خالی نہیں ہوتا۔(حیاتِ جاوداں، حصہ اول، صفحہ 223)

9۔ جب وجودِ انسانی کے سارے ذرات ذاکر ہوجائیں اور لطیفہ قلب بھی ذاکر ہوجائے تب ذکرِ کثیر ہوتا ہے۔ (اکرم التفاسیر، جلد 15، صفحہ 118)

10۔ "تعلیم قرآن کے لیے تعلّم حدیث ضروری۔اور عمل بالقرآن والحدیث کے لیے تزکیہ لازم۔" (اسرار التنزیل، جلد 1 صفحہ 118)

11۔ ہر بندہ مادّی آنکھوں سے صرف اس دنیا کو ہی دیکھتا ہے۔نبیؑ وہ ہستی ہیں جو بندے کے دل کی آنکھ وا کر دیتے ہیں۔ (اکرم التفاسیر، جلد 14، صفحہ 126)

ماہانہ بیان

شرحِ صدر

14 اکتوبر 2015ء

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ O اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔(22) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۔ (23)

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ O مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ۔

ترجمہ: ''بھلا جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو تو وہ اپنے پروردگار کی طرف سے نور (روشنی) پر ہو پس ان پر افسوس ہے جن کے دل اللہ کے ذکر سے سخت ہو رہے ہیں یعنی ذکر نہیں کرتے یہی لوگ صحیح گمراہی میں ہیں۔ اللہ نے نہایت اچھی اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں۔ کتاب (جس کی آیات) ملتی جلتی ہیں (اور) دوہرائی جاتی ہیں جن سے اُن لوگوں کو جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اُٹھتے ہیں پھر اُن کے بدن اور اُن کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کر دیں سو اُس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

یہ کائنات بسیط اپنے وجود میں اس بات کی گواہ ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ ہونا چاہیے۔ ہر کام اپنا نتیجہ اور انجام رکھتا ہے۔ ایک اصول ہے کہ بے نتیجہ کام کیا جائے تو وہ فضول ہوتا ہے، یہ عام انسانی معاشرے کی بات ہے کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس کا کوئی اچھا یا برا نتیجہ نہ ہو تو وہ فضول کہلاتا ہے۔ حتیٰ کہ لوگ کھیل تماشے میں بھی، لہو لعب میں بھی نتیجہ رکھتے ہیں حالانکہ وہ کھیل، کھیل ہی ہوتا ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ جیت گیا وہ ہار گیا۔ اس سے نہ کچھ حاصل ہوتا ہے نہ کچھ ضائع ہوتا ہے لیکن وہ ہار جیت کا نتیجہ رکھتے ہیں۔ اللہ کی ذات اس بات سے بہت بلند ہے کہ وہ کوئی ایسا کام انجام دے جس کا کوئی نتیجہ نہ ہو۔ اتنی وسیع کائنات کا بنانا اور اس کا نظام چلانا یہ معمولی کام نہیں ہے، اتنی بڑی کائنات بسیط، اتنا وسیع عالم کہ عالم بالا کو تو چھوڑیئے، ساری دنیا کے بڑے بڑے سائنسدان جب سے دنیا بنی ہے اس تلاش میں سرگرداں ہیں کہ زیرِ آسمان کیا کچھ ہے۔ آسمان یا بالائے آسمان کو چھوڑ دیں ابھی تک تو یہ نہیں جان سکے کہ کتنی Glaxies ہیں، ہر Glaxy میں کتنے کھربوں ستارے ہیں، اللہ کی کائنات میں، فضائے بسیط میں کتنی دنیا بس رہی ہے، یہ شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے ایک وجود کے اندر دس کھرب سیل ہیں، اندازہ کیجیے کہ انسانی جسم کا سیل کتنی مہین اور باریک سی شے ہو گی۔ گوشت، پوست، ناخن، بال، آنکھ، کان، ناک، ہڈیاں گوشت پٹھے سب انہی سیلوں سے جڑ کر بنے ہیں۔ اس سے بھی باریک ترین ایک مخلوق ہے جسے Germs یا جراثیم کہتے ہیں، وہ ان سیلوں سے بھی کروڑوں گنا باریک مخلوق ہے، ایک پین کی نوک پر اربوں آجاتے

ہیں۔ وہ ان سیلوں کے بھی اندر بس رہے ہیں۔ کچھ جراثیم ایسے ہیں جو حیات کے لیے، بدن کی نشوونما کے لیے ضروری ہیں انہیں کہتے ہیں دوست جراثیم (Friendly Germs)۔ کچھ ایسے ہیں جو بیماریاں پیدا کر دیتے ہیں۔ عجیب مخلوق ہے، ایک ہی طرح کے جراثیم ایک ہی بدن میں ہیں۔ کہیں سے کوئی چیز کھالی اس کے ساتھ جراثیم آگئے، آپ بیمار ہو گئے۔

اتنی باریک ترین اور اتنی وسیع کائنات جس کی حدود سے انسان نہ آشنا ہوا ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ کیا یہ بے نتیجہ ہے، اتنا بڑا کام! کیا اس کا کوئی نتیجہ نہیں ہوگا؟ یقیناً اس کائنات کا وجود چاہتا ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ ہو۔ اللہ کریم نے اپنے کلام پاک میں فرمایا کہ کیا ہم نے یہ کھیل تماشے کے طور پر کائنات بنائی ہے؟ کھیل تماشا اللہ کو زیب نہیں دیتا اس کی شان بہت بلند ہے۔ اس خالق نے جو کچھ بنایا ہے اس کا نتیجہ ہوگا۔ بے شمار مخلوق اس کائنات میں بستی ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسانوں کا ایک سیلاب ہے جو اُمڈا چلا آتا ہے، ہم گن نہیں سکتے کہ روزانہ کتنے انسان اس زمین پر پیدا ہوتے ہیں۔ دوسری طرف ہم یہ بھی نہیں گن سکتے کہ روزانہ کتنے لوگ اس دنیا سے جا رہے ہیں۔ یہ جانے والے کہاں جا رہے ہیں، کیوں جا رہے ہیں، آنے والے کہاں سے آرہے ہیں، وہاں کتنے اور موجود ہیں، کب تک آتے رہیں گے، جانے والے کہاں چلے گئے، یہ کب تک جاتے رہیں گے؟ کبھی یہ سلسلہ ختم بھی ہوگا؟ ہونا چاہیے۔ ہر کام جو شروع ہوتا ہے وہ ایک دن ختم ہوتا ہے، یہ سلسلہ بھی ختم ہوگا۔ ختم ہوگا تو کیا ساری بساط لپیٹ دی جائے گی اور بس! اگر ایسا ہو تو پھر یہ ساری کائنات بے نتیجہ ہے۔ ایسا نہیں ہوگا، اس کے نتائج سامنے آئیں گے۔ اس ساری کائنات میں ساری مخلوق میں سے بہترین تخلیق، سب سے افضل مخلوق، انسان ہے باقی جتنی چیزیں اللہ نے پیدا کیں وہ انسان کی خدمت کے لیے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ٥ زمین پر جو کچھ ہے وہ تمہاری خاطر ہے۔ اب دیکھیے آپ ایک جانور کو ذبح کر لیتے ہیں اس کو پکا کر اپنی غذا بنا لیتے ہیں، اس کی کھال بھی استعمال کر لیتے ہیں، ہڈیاں بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ علمائے حق فرماتے ہیں جو بھی حلال جانور اللہ کے نام پر ذبح ہو گیا وہ اپنی زندگی کا مقصد پا گیا یعنی یہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہے بلکہ اللہ نے اسے پیدا ہی اسی لیے کیا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کے کام آئے۔ ایک جانور پر آپ سواری کرتے ہیں وہ حلال نہیں بھی ہے تو جب انسانی کام میں آگیا تو اپنا مقصد پا گیا، مقصدِ تخلیق پا گیا۔ آپ گدھے پر سامان ڈھوتے ہیں، خچر پہ ڈھوتے ہیں، گھوڑے پہ سواری کرتے ہیں، تینوں حلال تو نہیں ہیں لیکن ان کا مقصدِ حیات آپ کی خدمت کرنا ہے، آپ کو منزل تک پہنچانا ہے، آپ کا سامان ڈھونا ہے، وہ اپنے مقصد کو پا گیا۔ اونٹ پہ آپ سواری بھی کرتے ہیں آپ اس کا دودھ بھی پیتے ہیں، آپ اس کا گوشت بھی کھاتے ہیں، اس کی کھال سے بے شمار چیزیں بناتے ہیں تو جب وہ اللہ کے نام پر ذبح ہو گیا، اپنا مقصدِ حیات پا گیا ورنہ تو یہ عجیب زیادتی نظر آتی ہے کہ ایک مخلوق دوسری مخلوق کو کھا رہی ہے۔ فرمایا' وہ دوسری مخلوق بنائی ہی اسی لیے گئی ہے۔ سورج عالم انسانیت کی بقا اور نشوونما کے لیے طلوع ہوتا ہے۔ چاند اس کی خدمت کرتا ہے، ستارے سیارے اس کی خدمت کرتے ہیں۔ کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ انسان کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔

اگلے دن کسی صاحب کا سوال تھا شاید بہت اچھے اعلیٰ سائنسدان ان میں کوئی ریسرچ کر رہے ہوں گے کہ اور کسی سیارے پر بھی مخلوق ہے یا نہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا تھا کہ قرآن اس کو زیرِ بحث نہیں لایا کیونکہ یہ انسانیت کی بہتری اور اس کے لیے نہیں ہے۔ کہیں کوئی ہے تو ہوا کرے، نہیں ہے تو نہ ہو۔ قرآن میں اس بحث کو نہیں چھیڑا گیا کہ اور سیاروں پر مخلوق ہے یا نہیں ہے۔ قرآن میں جنات کا ذکر ہے، فرشتوں کا ذکر ہے لیکن اور کسی طرح کی مخلوق کا نہیں ہے، ایک بات۔ دوسری بات یہ ہے کہ ساری تخلیق کو انسانوں کی خدمت پر مامور کیا گیا ہے۔ اب جیسے اس زمین پر بھی بے شمار مخلوق ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی۔ ہمیں جنات نظر آتے ہیں نہ جراثیم نظر آتے ہیں نہ ہی سیل نظر آتے ہیں، ان میں کچھ زندگی کے لیے ضروری ہیں، کچھ غیر

ضروری ہیں۔کہیں اور بھی کوئی اور طرح کی مخلوق ہو تو اللہ کی مخلوق ہے اللہ کی کائنات ہے لیکن مکلف مخلوق جس کی طرف نبیؑ بھیجے گئے اس کو پابند کیا گیا، وہ صرف انسان ہے۔انسانیت کے علاوہ کہیں نبوت کا کوئی ثبوت نہیں۔انسان کے ذمہ یہ ہے، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس کائنات کے بنانے اور اس کے انجام کو سمجھنے اور اس کے مطابق اللہ کے احکام کو مانتے ہوئے اس کے نتیجے کو مدِنظر رکھتے ہوئے عمل کرے۔اب مسئلہ یہ ہے کہ انسان دنیا میں جب آنکھ کھولتا ہے تو اپنی ضروریات سے آگاہ ہوجاتا ہے۔ ہر آنے والے انسان کا وجود مادی ہے، نگاہ مادی ہے، جو اس خمسہ، مادی وجود کے ساتھ ہیں، دماغ مادی ہے اس مادی دنیا، اس کی خوبصورتی بدصورتی یا اس کی لذت یا اس کی تکلیف سے ہر بندہ فوراً واقف ہوجاتا ہے چونکہ جاننے کے ذرائع مادی ہیں، کائنات مادی ہے، اس لیے چھوٹا سا بچہ بھی جانتا ہے کہ آگ میں ہاتھ نہیں ڈالنا، یہ جلا دے گی۔ یہ چیز کھائی ہے، یہ میٹھی ہے۔جوں جوں انسان کے حواس Develop ہوتے ہیں توں توں وہ دنیا سے واقف ہوتا ہے اور اسی میں مگن ہوجاتا ہے۔ زندگی اسی میں ضائع کر کے چلا جاتا ہے۔

انسان صرف وجود کا نام نہیں ہے، انسان جسد مع روح ہے۔ جسم اور روح جب ملتے ہیں تو انسان کہلاتے ہیں۔روح اکیلی ہو تو اسے روح ہی کہتے ہیں انسان کوئی نہیں کہتا اور جسم سے روح خارج ہوجائے تو اسے مردہ کہتے ہیں، میت کہتے ہیں اسے انسان کوئی نہیں کہتا۔جب روح الگ ہوجائے تو انسان نہیں کہلاتا۔مرنے کے بعد کیا کوئی کہتا ہے کہ میرے والد صاحب کو غسل دیجیے، والد صاحب کا جنازہ پڑھیے، کہتے ہیں میت کو غسل دیں۔وہی بندہ ہے جسے آپ ساری عمر والد صاحب، اباجی کہتے رہے اب کوئی نہیں کہتا۔بھائی ہے، بیٹا ہے، مرنے کے بعد نہ کوئی بھائی کہتا ہے نہ بیٹا کہتا ہے میت ہوجاتا ہے تو روح اور جسم مل کر انسان بنتے ہیں۔انسان ساری عمر اس مادی تگ و دو میں کھویا رہتا ہے، روح کی اسے سمجھ ہی نہیں آتی۔اب چاہیے تو یہ تھا کہ جس طرح اس نے مادی چیزیں دریافت کرلیں، روحانی بھی دریافت کرتا، روح کو بھی دریافت کرتا، اسے پتا ہے میرے اندر روح ہے، اس کے باوجود اللہ اتنے کریم ہیں کہ پھر انہوں نے انبیاءؑ مبعوث فرمائے، اپنا ذاتی کلام نازل فرمایا، لوگوں کو متوجہ فرمایا کہ تم صرف جانور نہیں ہو کہ محض ایک جسم مادی ہے اور اس میں اخلاط سے مل کر ایک کیفیتِ حیات کی بن گئی جب وہ اخلاط ڈسٹرب ہوں گے تو حیات بھی ختم ہوجائے گی، بکھر جائے گی، وہ بات نہیں ہے۔تم میں وہ روح ہے جو عالمِ امر سے ہے، ابدی ہے دائمی ہے اور اسے ہمیشہ رہنا ہے۔ دنیا میں جب تک ہو کسی جسمانی لذت سے روکا نہیں ہے۔جسمانی حظ اٹھاؤ، اچھا کھانا کھاؤ، اچھا لباس پہنو لیکن وسائل اللہ کے حکم کے مطابق اختیار کرو۔سادہ سی بات ہے سارا اسلام اتنا سا ہے۔اس لیے کہ جو تم کماتے ہو جو کھاتے ہو، جو سوچتے ہو، جو کرتے ہو، اس کا ایک نتیجہ ہوتا ہے۔وہ نتیجہ روح کو متاثر کرتا ہے، جس طرح ہر کھانے کی لذت بدن کو، کام و دہن کو محظوظ کرتی ہے، کڑوا کھائیں تو وہ تکلیف دیتا ہے، اس طرح اچھا کام روح کے لیے لذت پیدا کرتا ہے، برا کام اسے پریشان کرتا ہے، خراب کرتا ہے۔اس کے لیے انبیاءؑ بھی بھیجے، کتابیں نازل فرمائیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کو چاہیے تھا کہ جس طرح دنیا کے سارے کام از خود سیکھ لیے، آخرت کے بھی سیکھ لیتا۔ روح کی ضروریات کو بھی بھانپ لیتا۔اس نے احسانِ عظیم فرمایا کہ انبیاءؑ مبعوث فرمائے، کتابیں نازل فرمائیں اور اپنا ذاتی کلام عطا فرمایا، اب اگر انسان پھر بھی نہ سمجھے، انبیاءؑ کی تعلیم کی طرف توجہ ہی نہ کرے، اسے فرصت ہی نہ ہو تو ایک اصول ہے فطرت کا، آپ ایک بازو گلے میں باندھ لیں اس سے کوئی کام بھی نہ لیں، دو چار روز بعد پھر آپ اسے کھولیں تو وہ کام نہیں کرے گا وہ ادھر ہی جم جائے گا۔ایک آنکھ پہ پٹی باندھ دیں، چار مہینے باندھے رکھیں اسے کھولیں گے تو اس میں بینائی نہیں ہوگی۔یعنی جس چیز کو آپ چھوڑ دیں گے وہ مرجائے گی۔اگر آپ ساری زندگی روح کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے تو وہ مرجائے گی، بیکار ہوجائے گی اور اگر آپ کے دل میں آرزو پیدا ہوجائے کہ جس نے میرا

یہ وجود بنایا، وہ کون ہے؟ اس نے اس میں کتنی باریک چیزیں، خلیے (سیل) مزید مہین جراثیم (Germs) کتنی مخلوق اس میں بسادی تو آخر وہ ہستی مجھ سے کیا چاہتی ہے؟ اس کا کوئی ذاتی معاملہ تو ہے نہیں۔ وہ تو بے نیاز ہے، مخلوق کا محتاج نہیں۔ اس نے اتنی مخلوق جو بنائی ہے اس میں ساری تخلیق کی سرتاج بہترین مخلوق، انسان بنایا کر وہ چاہتا ہے یہ ہمیشہ ہمیشہ اس مخلوق کی سرتاج ہی رہے، عزت اور آرام سے رہے۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اس نے ہمیشہ رہنا ہے تو چند برسوں کے لیے اسے یہاں بھیج دیا گیا ہے۔ یہاں وہ ہر کام اللہ کی اطاعت کے مطابق کرے تاکہ بہترین انجام نصیب ہو۔

عجیب مسئلہ یہ ہے کہ موت زندگی کو ختم نہیں کرتی، موت سے حقیقی زندگی شروع ہوتی ہے۔ موت سے وجود کا جو تعلق روح سے حیاتِ دنیا کے لیے تھا وہ ختم ہوجاتا ہے۔ اب اس کے بعد وجود بکھر جائے، درندے کھاجائیں، آگ میں جل جائے یا سمندروں میں غرق ہوجائے وہ ماڈے کی کسی نہ کسی صورت میں تبدیل (Convert) ہوتا رہتا ہے اور جو ماڈہ اس وجود کا حصہ رہا ہے اس کا تعلق روح کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے۔ جتنا دنیا میں رہا اتنا ہمیشہ اس کے ساتھ تعلق رہتا ہے۔

ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ کافر کی ایک ایک داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوجائے گی۔ اس کی تشریح سمجھنے کے لیے آپ اندازہ کریں کہ اس کے پیدا ہونے سے مرنے تک اس داڑھ کے کتنے سیل تھے جو آئے اور چلے گئے۔ انسانی جسم میں جتنے سیل ہیں ان میں سے کسی کی عمر چھ ماہ سے زیادہ نہیں ہوتی، ہر چھ مہینے میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ ایک بندہ اسی' سو برس زندہ رہا تو اس ایک داڑھ کے کتنے سیل آئے، کتنے جھڑ گئے۔ ہر سیل میں جتنی دیر وجود کا حصہ رہا اس میں وجود نے اگر نیکی کی ہے تو اسے اس کا اجر ملے گا، گناہ کیا ہے تو اس میں وہ بھی شامل ہوگا، اگلے پچھلے سارے سیل جب اللہ کریم جمع کرے گا تو داڑھ اتنی بن جائے گی کہ نہیں۔ Scientificly سوچ کے دیکھیں تو حضور ﷺ کے ارشادِ گرامی کی سمجھ آجاتی ہے کہ از خود داڑھ اتنی بڑی بن جائے گی۔ ہر سیل کو اتنا ہی عذاب ہوگا جتنا اس کی گناہ میں شراکت ہوگی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ گناہ میں دوسرا سیل شامل ہو، عذاب دوسرے کو ہو، نہیں۔ ہر سیل جتنی دیر، جتنے مہینے، جتنے گھنٹے وجود کا حصہ رہا اور گناہ میں جتنی اس کی شراکت ہے اتنی اس کو سزا ہوگی۔ اسی طرح جو سیل جتنی دیر وجودِ مومن کا حصہ رہا اس میں اس نے جو نیکی کی، اس کی لذت ہر سیل کو الگ نصیب ہوگی۔ اندازہ لگالیجیے کہ عذاب کتنی قسم کے ہوں گے اور لذات کتنی قسم کی ہوں گی۔

جب عام آدمی کی روح جسم سے الگ ہوتی ہے تو زندگی کا تعلق ختم ہوجاتا ہے لیکن جسم کے ہر سیل کے ساتھ اس کا تعلق رہتا ہے۔ اگر روح کو اللہ نہ کرے عذاب ہو تو مکلف بالذات روح ہوتی ہے، براہِ راست روح کو عذاب ہورہا ہوتا ہے لیکن اس کے تابع ہوکر وجود کے ہر ذرے کو وہ جہاں بھی ہو اسے اپنے حصے کا عذاب پہنچ رہا ہوتا ہے۔ اللہ جس روح کو انعام دیتے ہیں، ثواب پاتی ہے جیسے دنیا میں بدن براہِ راست مکلف ہے روح اس کے تابع ہے، برزخ میں روح براہِ راست مکلف ہوتی ہے، بدن اس کے تابع ہوتا ہے، جس کو ثواب ہورہا ہے براہِ راست روح کو ہورہا ہے لیکن روح کے واسطے سے بدن کے ذرات جہاں جہاں ہیں سب کو پہنچ رہا ہے۔

کچھ لوگ عجیب ہوتے ہیں جن کی روح کا تعلق بدن کے ساتھ مرنے کے بعد بھی کم از کم اتنا رہتا ہے کہ بدن گلتے سڑتے نہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ عموماً بدن گل سڑ جاتا ہے لیکن جو روحیں نجات میں ہوں اور اعلیٰ درجات کی حامل ہوں مرنے کے بعد ان لوگوں کی ارواح کا تعلق وجود کے ساتھ اتنا زیادہ رہتا ہے کہ وہ گلتی سڑتی نہیں۔ مجھے پچھلے دنوں ایک ڈاکٹر صاحب بتا رہے تھے کہ ان کے کالج نے ایک میّت خریدی۔ میڈیکل کالج والے خریدتے، بیچتے رہتے ہیں، پھر انہیں چیر پھاڑ کے شاگردوں کو سمجھاتے ہیں، سکھاتے ہیں۔ دو چار دن بعد، ہفتے بعد وہ موقع آگیا کہ اسے چیر پھاڑ کر شاگردوں کو دکھایا جائے تو پرنسپل صاحب نے کہا کہ وہ (Dead Body) لے آؤ جب اسے دیکھا تو اس پر فنگس Fungus لگی ہوئی تھی۔ اب Human body کو جو Fungus مرنے کے بعد لگتی ہے وہ زہر ہوتی ہے۔

کسی کی انگلی کے ساتھ بھی Touch کر جائے تو اس کی موت کا سبب بن سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو ہاتھ لگانے کے قابل نہیں اسے Fungus لگی ہے اسے کوئی چیرے پھاڑے گا کیا؟ کہنے لگے مجبوری ہے پھر اسے دفن کردو۔ انہوں نے دفن کر دیا، دو سال بیت گئے، دو سال بعد پرنسپل صاحب کو خیال آیا تو کہا کہ وہ (Body) باڈی لے آؤ، اس کی ہڈیاں تو رہ گئی ہوں گی، گوشت گل گیا ہوگا، ہڈیاں ہی رہ گئی ہوں گی تو ان ہڈیوں کو جوڑ کر ہی جتنا کام ہو سکے وہ کرلیں۔ انہوں نے بڑی مہنگی دو دو لاکھ کی، تین تین لاکھ کی، ڈھائی ڈھائی لاکھ کی باڈی خریدی ہوتی ہے تو جو چیز کام آجائے، غنیمت ہے۔ جب قبر کھولی گئی تو وہ تر و تازہ تھی، نہ کوئی فنگس تھی، نہ کوئی میل تھا، تر و تازہ تھی، پرنسپل صاحب کو بتایا گیا۔ اب یہ سارے انگریزی تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ بدن اور روح کے تعلقات کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہے۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس پر تیز قسم کا تیزاب ڈال دو، پرانا گوشت ہے اُتر جائے گا، ہڈیاں نکل آئیں گی۔ جب اس پر تیزاب ڈالا گیا تو وہ اور صاف ہوگئی۔ ایسا لگا جیسے کسی نے نہلا دیا، وہ تیزاب زمین پہ گرتا تھا تو زمین کھولنے لگتی تھی، جسم پہ گرتا تھا تو جسم کا میل صاف ہوتا تھا۔ انہوں نے آکر بتایا تو انہوں نے کہا کہ اچھا اسے کالج سے نکال کر کسی اور قبرستان میں دفنا دو۔ ایسا کیوں ہوا؟ وہ کوئی ایسا اللہ کا بندہ تھا کہ مرنے کے بعد بھی اس کی روح کا تعلق بدن کے ساتھ اتنا تھا کہ جسم خراب نہیں ہوا۔

کچھ لوگ اس سے بھی بلند ہوتے ہیں جیسے شہداء۔ اللہ کریم فرماتے ہیں : وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ قُتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتًا (آل عمران:169)۔ یہ سوچنا بھی منع ہے کہ شہید مر گیا، جسم کے پرخچے اُڑ گئے، جنازہ پڑھا گیا، دفن ہو گیا۔ فرمایا : سب کچھ ہوا لیکن وہ زندہ ہے۔ بَلۡ اَحۡیَآءٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ یُرۡزَقُوۡنَ ۔ (آل عمران:169) اللہ کے پاس زندہ ہے، رزق پاتا ہے۔ شہداء کے وجود بارہا نکالے گئے، اب تک بھی نکالے جا رہے ہیں۔ 1970ء کی دہائی میں مسجد نبوی کی توسیع میں صحابہ کرامؓ کے وجود جنت البقیع میں منتقل کیے گئے تو تر و تازہ تھے، ٹھیک ٹھاک تھے۔ چودہ سو سال بعد بھی ٹھیک تھے، اب بھی ٹھیک تھے۔

اس سے اوپر ہوتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ انبیاءؑ بھی دنیا سے سفر کرتے ہیں، انبیاء پر بھی موت وارد ہوتی ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی روح عام آدمی کی روح کی طرح وجود سے قبض نہیں کی جاتی۔ بالخصوص نبی کریم ﷺ کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی روح اطہر کا جو تعلق امور دنیا سے، کھانا پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا تھا وہ تعلق محدود کر دیا گیا۔ روح اطہر کو بدن عالی سے جدا نہیں کیا گیا۔ روحِ عالی کا قیام بدنِ اطہر ہی میں ہے۔ اب اس کو ایک اور انداز سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ ہمارا کلمہ ہے جس کا دوسرا جزو ہے محمد رسول اللہ۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے وہ محبوب بندے ہیں جو جسد مع روح ہے۔ اکثر بے علم لوگ اپنے پاس سے درود اور صلوٰۃ و سلام بناتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی صلوٰۃ علیٰ روحِ محمد ﷺ یا علیٰ جسد محمد ﷺ۔ ان کو یہ تمیز نہیں ہے کہ روح اور جسد الگ الگ نہیں ہیں۔ اس طرح لوگوں کو بھی گمراہ کرتے رہتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ میں نے کئی جگہ پڑھا ہے صلوٰۃ ہو روح پر صلوٰۃ ہو جسد پر۔ بھئی روحِ اقدس وجودِ اقدس ایک ہی ہیں۔ اس لیے کلمہ ہے حضرت محمد ﷺ آج بھی رسول ہیں۔ چونکہ نبوت ملی ہے جسم اور روح کے آمیزے کو، جسد مع الروح نبی ہے اللہ کا۔ اگر روحِ اطہر الگ ہوگئی تو نبوت کس کے پاس گئی، جسم کے پاس یا روح کے پاس۔ اگر نبوت روح کے پاس ہے تو ہونا چاہیے کہ روح محمد رسول اللہ ﷺ۔ اگر جسدِ عالی اکیلا ہی ہے تو پھر ہونا چاہیے جسدِ محمد رسول اللہ ﷺ، ہم تو پڑھتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ، جس کا مطلب ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور محمد ﷺ ویسے ہی ہیں جیسے دنیا میں موجود تھے، روحِ عالی الگ نہیں ہوتی بلکہ وہ تعلق جو ظاہری حیات سے تھا وہ محدود کر دیا گیا۔ روح کا مقام جسدِ اطہر ہے۔ اسی لیے آج بھی کلمہ ہے اور قیامت تک رہے گا محمد رسول اللہ، اگر روح الگ ہوگئی تو پھر نبوت روح کے پاس ہے یا بدن کے پاس؟ ایک کے پاس ہی رہے گی! کلمہ تو ہے محمد رسول اللہ، محمد ﷺ تو روح مع الجسد کا نام ہے۔

اور پہلو بھی ہے، ہم اپنے موضوع سے ہٹ گئے، دور نکل گئے، خیر واپس آجاتے ہیں۔ وہ پہلو یہ ہے کہ کائنات میں عرش، جنتیں بے شمار بلند مقامات اللہ نے عطا فرمائے، سب سے اعلیٰ کون ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ، ارواح میں روحِ اطہرؐ سب سے اعلیٰ ہے، اجسام میں جسدِ اطہر سب سے اعلیٰ ہے، جنت المعلیٰ سے بھی، عرش عظیم سے بھی۔ ساری مخلوق میں سے اعلیٰ ترین مخلوق وجودِ رسول اللہ ﷺ ہے۔ اگر روحِ اطہر کو آپ الگ کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اعلیٰ جگہ سے نکل کر اس سے کم جگہ میں جائے گی خواہ وہ جنت میں جائے، علیین میں جائے تو وہ علیین ہو یا جنت ہو وہ وجودِ اطہر کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے۔ عام آدمی بھی جسے اللہ کریم بخش دے ترقی پاتا ہے تو کیا آقائے نامدار ﷺ کی روح بجائے ترقی پانے کے اس کے نیچے کی طرف آئے گی، ایسا نہیں ہے۔ روح زیب ہی جسد محمد رسول اللہ ﷺ کو دیتی ہے اور جسد محمد رسول اللہ ﷺ ہی روح کا مقام ہے۔ موت تو حضور ﷺ پر بھی واقع ہوئی لیکن اس موت پر لاکھوں زندگیاں قربان ہو سکتی ہیں۔ یہ نتائج ہیں اس تخلیق کے اور اس کائنات کے۔

اب جب بندہ اس مادی دنیا، مادی لذات میں کھو جاتا ہے اور روح کی طرف توجہ نہیں دیتا تو روح کی آنکھیں بند ہونا شروع ہو جاتی ہیں، دل دھڑکنا بند ہو جاتا ہے، حواس ختم ہو جاتے ہیں لیکن جس کے دل میں یہ تمنا کروٹ لے کہ اتنی بڑی کائنات میرے اندر بستی ہے میں اللہ کی تخلیق کا شکار ہوں، فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ، بہترین تخلیق ہوں تو میرا مالک مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ ایک اندر کی طلب، جسے قرآن کی زبان میں انابت کہتے ہیں، اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ایک آرزو پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں: وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ۔ (الشوریٰ 13 :) جس کے دل میں یہ آرزو کروٹ لے اُسے ہدایت ہم خود فراہم کر دیتے ہیں۔ اس کے راستے آسان کر دیتے ہیں، اسباب پیدا کر دیتے ہیں، کیسے مہیا کرتے ہیں؟ فرمایا: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۔ اس کے دل میں جب یہ کروٹ آتی ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتے ہیں۔ شرح صدر کا یہ معنی نہیں ہے کہ چھاتی پہلے بتیس انچ ہوتی ہے پھر بیالیس انچ ہو جاتی ہے، شعور و احساس جو اس دل کے اندر ہے جو سینے میں ہے، ادراک کی قوت جو قلب کے اندر ہے اس سے بادل اور تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف سے اس میں نور بھر جاتا ہے، روشنی بھر جاتی ہے۔ شرح صدر سے یہ مراد ہے کہ اس کے قلب میں انوارات آجاتے ہیں، روشنی آجاتی ہے اور اس کا ادراک وسیع ہو جاتا ہے۔ وہ صرف دنیا کے کاموں کو دنیا کی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ دنیا کو بھی آخرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کی نظر بہت وسیع ہو جاتی ہے، وہ دیکھتا ہے کہ یہ کام کرنے کا طریقہ دنیا میں کیا ہے۔ اس کا نتیجہ برزخ میں کیا ہے اور روزِ قیامت کیا ہوگا؟ اس کا شرح صدر تو ہو گیا، سینہ تو کھل گیا۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو آخرت کو بھول کر صرف دنیا میں کھو جاتے ہیں گویا دل کا استعمال ہی نہیں کرتے محض دماغ، دماغ، دماغ پر زندگی گزارتے ہیں تو جب دل کا استعمال ترک ہوتا ہے تو وہ پتھر بن جاتا ہے، دل نہیں رہتا۔ فرمایا: فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ جن کے دل اللہ کی یاد سے محروم ہو گئے ان کے لیے تباہی ہے، دل نہ رہے سینے میں پتھر بن گئے، بوجھ بن گئے، آخرت کی تباہی کا سبب بن گئے۔ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ جن دلوں سے اللہ کی یاد ہی مٹ گئی وہ دل نہیں سینے میں پتھر ہے، تباہی کا سبب ہے، دل جب تباہ ہوتا ہے تو اکیلا تباہ نہیں ہوتا، بدن کی جو کائنات ہے اس سب کو تباہ کر دیتا ہے۔ تباہ ہو کر مٹ جانا ہوتا پھر بھی خیر تھی وَیل یہ تو بہت مصیبت ہے کیونکہ تباہ ہو کر یہ تو عذابوں میں چلا جاتا ہے، مر نہیں جاتا، مٹ نہیں جاتا، زندہ ہمیشہ رہے گا لیکن جہنم میں رہنا پڑے گا۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ ایسے لوگ جن کے دلوں میں اللہ کی یاد نہیں ہے، زندگی پر جنہوں نے نگاہ ہی نہیں کی جنہوں نے حقیقی زندگی کو پہچانا ہی نہیں۔ اللہ ہی کو بھول گئے تو پھر اللہ کی کائنات کو کیا یاد رکھیں گے۔ یہ واضح کھلی گمراہی ہے یہ کیا لوگ ہیں، کیسے لوگ ہیں؟ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ ۔ کتنی خوبصورت بات اللہ نے

نازل فرمائی ہے، کائنات کی حیثیت کیا ہے؟ اس نے فرمایا: کُن ' دو ہی حرف ہیں ک اور ن، ساری کائنات پیدا ہوگئی ۔ پورا قرآن نازل فرمایا انسان کے لیے، اس کا دل زندہ کیوں نہیں ہوتا؟ سارا کلامِ الٰہی ہے، اللہ کا ذاتی کلام ہے ۔ قرآن کریم کی عظمت یہ ہے کہ اس کے الفاظ بھی اللہ کی طرف سے ہیں اور مفاہیم بھی اللہ کی طرف سے ہیں ۔ یہ وحی متلو ہے وہ وحی جس کی تلاوت بھی کرسکتے ہیں ۔ پہلی کتابیں جو نازل ہوئیں سب برحق تھیں سب پر ایمان رکھتے ہیں، سب اللہ کی طرف سے تھیں لیکن یاد رکھیں ساری پہلی کتابیں جو تھیں وہ وحی غیر متلو تھیں ۔ پہلی ساری کتابوں کے مفاہیم اللہ کی طرف سے تھے، الفاظ انبیاء کے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں تحریف بھی ہوگئی اور وہ مٹ بھی گئیں، اللہ کا کلام مٹایا نہیں جاسکتا نہ اس میں تحریف ہوتی ہے ۔ وہ کتابیں جو پہلے تھیں انبیاء پر نازل ہوئیں وہ وحی غیر متلو تھیں ۔ مفاہیم اللہ کی طرف سے عطا کیے گئے، الفاظ انبیاءؑ اور رُسُل علیھم السلام کے اپنے تھے ۔ تیس پارے قرآن وحی متلو ہے ایک ایک لفظ منزل من اللہ، اللہ کا ذاتی کلام ہے، اسے کوئی نہیں چھیڑ سکتا ۔ یہ نہیں مٹ سکتی، اس کے ساتھ وحی غیر متلو ہے جو اس کی تفسیر اور تشریح ہے ۔ ارشاداتِ محمد رسول اللہ ﷺ ۔ وہ ساری تفسیر جو حضور ﷺ نے فرمائی وہ بھی منزل من اللہ ہے ۔ مفاہیم اللہ کی طرف سے ہیں الفاظ آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کے ہیں جسے آپ حدیث شریف کہتے ہیں ۔ وہ بھی وحی الٰہی ہے، وحی غیر متلو ہے ۔

آپ تیس پارے قرآن کو دیکھیں، چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں، کچھ لوگ تعداد میں اختلاف کرتے ہیں جو کسی ایک (ۃ) وقف تام کی علامت کی جگہ متصل مانتے ہیں یا (ۃ) وقف تام کی علامت کو تعداد میں داخل مانتے ہیں اور کم (ۃ) مانتے ہیں، اس طرح آیات میں تھوڑی سی تبدیلی ہوجاتی ہے ۔ ایک لمبی آیت کو کوئی دو آیتیں مانتے ہیں کوئی تین مانتے ہیں ۔ کوئی کہتا ہے یہ ایک ہی ہے، عمومی طور پر چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات تسلیم کی جاتی ہیں ۔ اس کے حروف کی تعداد بھی دی گئی ہے ۔ الفاظ میں حروف کتنے ہیں، اتنا لمبا کلامِ الٰہی ۔ پھر ذخیرۂ حدیث کو دیکھیں جو تئیس برس پہ محیط ہے، اتنا سارا کلام وحی، ایک وحی متلو ہے، دوسرا وحی غیر متلو ہے ۔ وحی ہونے میں تو دونوں مشترک ہیں ۔ اتنی وحی کے نزول کے بعد بھی انسان کا دل نہ جاگے تو پھر وہ انسان نہیں ۔ پھر وہ کس سزا کا مستحق ہے، وہ اس کا مالک ہے، وہ جانے اور اس کا بندہ جانے ۔

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ ۔ اللہ نے خوبصورت ترین بات، ایک دوسرے سے ملتے جلتے جملے اور ایسے جملے جو بار بار دہرائے جاتے ہیں نازل کیے ۔ قرآنِ کریم ختم نہیں ہوتا، یہ جو ہم ختم پڑھاتے ہیں کہ قرآن ختم ہوگیا یہ ہماری جہالت ہے ۔ آپ نے حفاظ کو دیکھا ہوگا تراویح پڑھاتے ہیں وہ کبھی والناس پر ختم نہیں کرتے، آخری تراویح پھر پہلا پارہ کے ایک دو رکوع پڑھ کے ختم کرتے ہیں ۔ کیوں؟ قرآن کبھی ختم نہیں کیا جاتا، یہ دہرایا جاتا ہے، آپ لوگ جو تلاوت کرتے ہیں آپ نے تیس سپارے پڑھ لیے تو پہلے سپارے کا کم از کم پہلا رکوع پڑھ کے ختم کریں ۔ سورۃ فاتحہ پڑھیں، پہلا رکوع پڑھ کر ختم کریں کیوں کہ قرآن ختم کرنا محاورہ ہی غلط ہے ۔ قرآن ختم ہوگیا تو باقی بچا کیا؟ قرآن رگِ حیات ہے، یہ ختم نہیں ہوتا ۔ یہاں پر اللہ کریم فرما رہے ہیں : اللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کتنی خوبصورت بات اللہ نے نازل کی، کوئی اسے دیکھ سکے، کوئی اسے محسوس کرسکے، کوئی اسے جذب کرسکے تو پتا چلے ۔ ہر بات کے ساتھ ایک کیفیت ہوتی ہے ۔ ایک ہی گانا ہے، آپ ایک آدمی سے سنتے ہیں تو آپ کہتے ہیں کچھ مزہ نہیں آیا، دوسرا کوئی گویا وہی گانا گاتا ہے تو آپ سر دھننے لگ جاتے ہیں ۔ یہ جو آپ سر دُھن رہے ہیں اُس گانے میں بھی ایک کیفیت تھی جو آپ پر وارد ہوگئی ۔ ایک شعر ہے ہم سنتے ہیں، کہتے ہیں فضول ہے، ایک اور شعر سنتے ہیں تو کہتے ہیں واہ واہ کمال ہوگیا! وہ کمال کیا ہے؟ اس شعر کے سننے سے ایک کیفیت ہمارے دل پہ آئی ہے ۔ ایک بندہ ایک بات کہتا ہے تو ہم پتھر لے کر اس کا سر پھاڑنے کو دوڑتے ہیں، غصہ ہوجاتے ہیں ۔ جو اس نے بات کی اس میں ایک حالت تھی جو ہمارے دل پہ وارد ہوئی ۔ ایک بندہ ایک بات کہتا ہے ہم اُسے انعام بھی دیتے ہیں، خوش بھی ہوتے ہیں، یہ انعام کس بات کا دیا؟ اس نے چند لفظ ہی کہے تھے، اس نے جو خوشی دی، ایک حال تھا اس میں ہم پر وارد ہوا، ہم خوش ہوئے ۔ بندے کے کلام میں اتنی تاثیر ہے، کلامِ الٰہی میں کتنی ہوگی اور کتنی ہونی چاہیے! پھر وہ کلام حسین اَحۡسَنَ

الْحَدِيثِ وہ نازل ہوا قلبِ اطہر محمد رسول اللہ ﷺ پر، ادا ہوا لب ہائے مبارک اور زبانِ مبارک محمد رسول اللہ ﷺ سے وہ پہلے بہت میٹھا تھا پھر شہد میں ڈوب گیا۔ اب جب وہ سامنے آئے تو کوئی حالت وارد ہونی چاہیے یا نہیں؟ کمال ہے ہم تو پڑھتے رہتے ہیں، کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ دل میں فکر ہوتی ہے، پارہ پڑھنا ہے یہ ختم ہو جائے جان چھوٹے۔ یہ کیا عجیب بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شرفِ انسانیت ضائع کر دیا۔ دل میں حساسیت رہی نہیں کہ کلامِ الٰہی کو محسوس کر سکے۔ یہی جس جملے پر ہم خوش ہو کر انعام دیتے ہیں، یہ جملہ ایک پتھر کے سامنے کہتے رہو تو وہ خوش ہوگا؟ اس میں احساس و ادراک ہی نہیں ہے۔ جس جملے سے ہم بھڑک اُٹھیں وہ جملہ ایک پتھر کے سامنے کہتے رہو تو کیا وہ ناراض ہوگا اس میں وہ احساس و ادراک ہی نہیں ہے۔ اگر کلامِ الٰہی کی کوئی کیفیت وارد نہیں ہوتی تو پھر ہم پتھر ہو چکے ہیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں: أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ (الاعراف 179 :) یہ جانور ہیں، گدھے ہیں، خچر ہیں بَلْ هُمْ أَضَلُّ (الاعراف 179 :) بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ جانوروں کو تو اللہ نے استعداد ہی نہیں دی، انسانوں کو تو استعداد دے کر پیدا کیا تھا۔ انہوں نے اس پر اتنا کیچڑ لیپا اور ساری زندگی کیچڑ ہی لپیٹتے رہے اور ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، نہ قرآن کا، نہ حدیث کا، حالانکہ فرمایا: اللہ بڑا کریم ہے اس نے آپ کے کل جوڑ کر وجود دیا، حواسِ خمسہ دیئے، بے شمار نعمتیں دیں۔ گن نہیں سکتے، ایک ایک بال اس کے احسانوں تلے دبا ہوا ہے۔ اولادیں دیں، مال دیئے، زندگی دی، فرصت دی، مہلت دی، لذتیں دیں، غذائیں دیں، دوائیں دیں، کیا گنو گے؟ تم پھر مادی حیات میں اتنے کھو گئے کہ دل کو پتھر ہی بنا دیا۔ کتنی خوبصورت بات اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ سب سے خوبصورت ترین بات اللہ نے نازل فرمائی كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ۔ ایسی کتاب جس کے ملتے جلتے جملے ہیں، کوئی عجیب بات نہیں کہ کہیں کچھ اور ہے کہیں کچھ اور ہے، ایک ہی زبان عربی مبارک خوبصورت زبان ہے، ملتے جلتے جملے ہیں، وہی الفاظ و حروف ہیں اور ختم نہیں ہوتی مَثَانِیَ دہرائی جا رہی ہے، دہرائی جا رہی ہے، پڑھی جا رہی ہے، ختم نہیں ہوتی۔ ہم کہتے ہیں قرآن ختم ہو گیا اور اللہ کریم فرماتے ہیں قرآن ختم نہیں ہوتا، دہرایا جاتا ہے مَثَانِیَ بار بار پڑھا جاتا ہے، پڑھا ہی جا رہا ہے۔ ہر کوئی الف لیلیٰ نہیں کہ ختم ہو گئی اور رکھ دی۔ کسی بندے کی لکھی ہوئی کہانی نہیں ہے کہ ختم ہو گئی، رکھ دی۔ یہ کتاب حیات ہے اور حیاتِ جاوداں کے ساتھ ہے۔ دنیا میں بھی ساتھ ہے، آخرت میں بھی ہے جو اسے پڑھتے ہیں اللہ کریم سے اُمید ہے کہ وہ اسے قبر میں بھی دہراتے رہیں گے، جنت میں بھی پڑھا کریں گے، ختم نہیں ہوتی۔ زندگیاں ختم ہوتی ہیں اپنے روپ بدلتی ہیں، اللہ کا کلام ذاتی ہے، یہ نہ ختم ہوتا ہے نہ روپ بدلتا ہے۔ کتنی خوبصورت بات نازل کی، پوری کتاب نازل کر دی، ملتے جلتے، جملے حروف ہیں مَثَانِیَ دہرائی جا رہی ہے، ہر بار جتنی بار دہراؤ، نئی لگتی ہے۔ عجیب بات ہے۔

میرا ذاتی تجربہ ہے۔ الحمد للہ! اللہ نے توفیق دی، تفسیر بیان کی، اسرار التنزیل سمجھا، اس میں بڑے نکات بیان کیے لیکن جب قرآن کریم کو پھر سے پڑھا تو پھر نئی باتیں ظاہر ہوئیں۔ پنجابی میں تفسیر بیان کی اس میں نئی باتیں آ گئیں جو اسرار التنزیل میں نہیں تھیں۔ وہ مکمل ہو گئی، الحمد للہ! اب ہر جمعہ کو قرآن بیان کرتے ہیں ترتیب سے کر لیتے ہیں۔ سورۃ فاتحہ سے شروع کی الحمد للہ! اکیسواں پارہ ختم ہونے والا ہے، یہ اکرم التفاسیر بن گئی۔ ایک مولانا نے مجھے لکھا تھا کہ یہ کوئی تفسیر وغیرہ نہیں ہے یہ آپ کے بیانات کا مجموعہ ہے۔ میں نے کہا آپ ایسا ہی سمجھ لیں کوئی ضروری ہے اسے تفسیر کہنا، اب وہ اکیسویں پارے پر ہے لیکن جب قرآن کریم پیچھے سے پڑھتا ہوں تو نئی باتیں سمجھ آتی ہیں پھر دکھ ہوتا ہے کہ یہ اس تفسیر میں کیوں نہیں دیا۔ تفسیر میں کیسے دیتے، علم ہی نہیں تھا۔ آپ جب پڑھنا شروع کریں، سمندر میں غوطہ لگائیں کچھ نہ کچھ موتی نکل آتے ہیں۔ آپ جب تلاوت کرتے ہیں نئی لذتیں، نئی کیفیتیں اور نئے معانی بھی سمجھ آتے ہیں۔ اللہ کا کلام ہے معانی ختم تو نہیں ہوں گے، اللہ کا سمندر ہے اس سے موتی ختم تو نہیں ہوں گے۔

فرمایا: ہم نے کتنی خوبصورت کتاب اُتاری۔ ملتے جلتے حروف، جملے اور بار بار پڑھے جانے والے، دنیا کی کوئی ایسی کتاب نہیں جسے بندہ بار بار پڑھے۔ ایک دفعہ ختم کر لو، طبیعت بھر جاتی ہے، پتا ہے اس میں کیا

ہے۔ یہ واحد کتاب ہے جو ختم نہیں ہوتی، دہرائی جاتی ہے۔ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جن لوگوں کا اپنے پروردگار سے کوئی رشتہ ہے، اس کی عظمت کا ادراک ہے، جب وہ پڑھتے ہیں تو ان کے جسم کا رواں رواں کھڑا ہو جاتا ہے۔ ان پر عظمتِ الٰہی کا وہ حال وارد ہوتا ہے کہ اس کی کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔ کوئی بندہ کوئی خوبصورت جملہ کہے، شعر پڑھے ہم خوش ہوتے ہیں۔ ہمیں دعا دے خوش ہوتے ہیں، گالی دے ہم ناراض ہوتے ہیں۔ ایک کیفیت وارد ہوتی ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں میرے قرآن کو جب پڑھتے ہیں تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ جلد کا ایک ایک ذرہ بھی لرز جاتا ہے۔ ایک ایک رواں بدن کا کھڑا ہو جاتا ہے لیکن ان لوگوں کا جن کا میرے ساتھ تعلق ہے جو میری عظمت سے اپنی حیثیت کے مطابق آشنا ہیں۔ جنہیں میرے قادر، میرے خالق، میرے مالک ہونے کا ادراک ہے۔ عظمتِ الٰہی سے ہر بندہ اپنی حیثیت کے مطابق آشنا ہے۔ عام آدمی کو جو آشنائی ہے ایک عالم کو اس سے زیادہ ہے۔ ایک ولی اللہ کو اس سے بھی زیادہ ہے۔ صحابہ کرامؓ کو اس سے زیادہ ہے، انبیاءؑ کی معرفت انبیاءؑ ہی کے لیے ہوتی ہے، غیر نبی سما نہیں سکتا۔ ہر ایک کی معرفت اپنی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے اور فرمایا: ہوتا یہ ہے کہ جب وہ میرے کلام کو پڑھتے ہیں تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو اپنے پروردگار کی عظمت سے اپنی حیثیت کے مطابق آشنا ہیں ان کی جلد کا رواں رواں لرز اُٹھتا ہے۔ پھر ہوتا کیا ہے، نتیجہ کیا ہے؟ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ اس پر پھل یہ لگتا ہے کہ ان کے وجود کا ہر خلیہ سیل (Body cell) ذاکر ہو جاتا ہے۔ میں نہیں کہہ رہا، قرآن کہہ رہا ہے۔ قرآنِ کریم کا ترجمہ کر رہا ہوں۔ علماء تشریف فرما ہیں، ہر عالم جانتا ہے، ترجمہ تو طالب علم بھی جانتا ہے، عالم کی شان تو بلند ہے، ترجمہ تو شروع سے طالب علم بھی سیکھ لیتے ہیں، فرمایا: اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پھر ان کی کھال کا ذرہ ذرہ، بال کھال سے لے کر نہاں خانۂ دل تک کھال بھی ذاکر ہو جاتی ہے، گوشت بھی ذاکر ہو جاتا ہے، ہڈیاں بھی ذاکر ہو جاتی ہیں، دل بھی ذاکر ہو جاتا ہے۔

یہ اللہ کا نظام ہے، کوئی پھل، کوئی درخت، کوئی بیل آپ اگاتے ہیں، بڑی محنت کرتے ہیں پھر وہ پھل لاتی ہے، پھر پھل کے اندر بیج ہوتا ہے، وہی بیج جو اس کا نتیجہ ہوتا ہے اسے آپ بوتے ہیں، اس پر محنت کرتے ہیں، گوڈی کرتے ہیں، پانی دیتے ہیں، کھاد دیتے ہیں، پھر وہ ساری بیل بن جاتی ہے۔ یہ حاصل ہے ساری کاوش کا ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پھر ان کی کھال بالوں سے لے کر نہاں خانۂ دل تک سارا وجود ذاکر ہو جاتا ہے یہ اس کا بیج ہے۔ صوفیاء نے تو صرف اتنا قصور کیا کہ اسی بیج کو پھر لوگوں کے دلوں میں بو دیا۔ یہ کتنا لمبا پراسیس تھا جسے میں ایک گھنٹے میں بیان کر رہا ہوں۔ میں نے مختصراً بیان کیا ہے کیونکہ یہ کوئی جلسہ نہیں، کوئی تقریر نہیں، یہ اجتماع کا عام سا بیان ہے، آپس کی باتیں ہیں۔ صوفیاء سے اگر لوگ ناراض ہوتے ہیں تو صوفیاء کا جرم اتنا ہے کہ انہوں نے اسی بیج کو پھر دلوں میں بو دیا۔ قلوب میں پھر یہ کاشت کر دیا اور کہا محنت کرو، اسے پانی دو، کھاد دو، اس کی گوڈی کرو، کیا ہوگا؟ یہی سارا سلسلہ پھر تمہیں نصیب ہو جائے گا، تمہارے دل میں خشیت آ جائے گی، تمہارے وجود کا ذرہ ذرہ ذاکر ہو جائے گا، جب وجود کا ذرہ ذرہ عظمتِ الٰہی سے آشنا ہوگا تو دنیا میں ہی تمہیں ایک نور نصیب ہو جائے گا۔ جو تمہیں گناہوں سے بچنے میں مدد دے گا۔

تمہارے پاس ایک روشنی ہوگی، بھلے برے کی تمیز کر سکو گے، بھلائی اختیار کرو گے برائی سے بچ سکو گے، فرمایا: ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ یہ سارا اللہ کا انعام ہے، اس کی ہدایت ہے، اس کی راہنمائی ہے، جس چاہے ہدایت دے دے، اسے کوئی مجبور تو نہیں کر سکتا لیکن اس کا بہت بڑا انعام ہے جس کو بھی عطا کر دے۔

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ اور کسی کی بات اللہ ہی سے بگڑ جائے تو اللہ اُسے اس چیز کا ادراک ہی نہ ہونے دے پھر کوئی اسے کیا سمجھائے۔ اللہ اس پر یہ دروازے بند کر دیتے ہیں تو اسے کون سمجھائے؟

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

سورۃ طٰہٰ، سورۃ الانبیاء

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

تقدیم جذب بر سلوک

قولہ تعالیٰ: ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾

طٰہٰ: ۱۲۲

ترجمہ: پھر ان کو ان کے رب نے مقبول بنالیا سو ان پر توجہ فرمائی اور راہ پر قائم رکھا۔

"اس میں تقدیم ہے جذب کی سلوک پر کہ اجتبا جذب ہے اور ہدایت سلوک ہے۔"

فرماتے ہیں جذب اور سلوک سالک کی دو کیفیات ہیں۔ جذب ہوتا ہے کہ وہ اتنا محو ہو جائے اپنے حصول مقصد میں کہ من جانب اللہ اسے ایک کشش محسوس ہو اور دن بھر وہ اپنے اس کام میں لگا رہے بات کرے تو اسے خیال ہو کہ میرے سلوک کا نقصان نہ ہو۔ کھانا کھانے لگے تو اسے خیال ہو کہ یہ پاکیزہ ہے حلال ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ خراب کھانا کھانے سے کیفیات مضمحل ہو جائیں۔ من جانب اللہ جب یہ کشش نصیب ہو جائے تو اسے جذب کہتے ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ کسی کو جذب نصیب نہیں لیکن وہ شعوری طور پر یہ کوشش کرتا ہے کہ اچھی بات کروں اور مجھے ترقی ملتی رہے تو اس کا نام ہے سلوک: تو فرماتے ہیں اس میں جذب کا سلوک پر بہتر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ۔ اللہ نے انہیں چن لیا۔ فرماتے ہیں یہ جذب ہے کہ اللہ اپنی طرف سے کسی کو یہ توفیق عطا کر دے کہ اس کے دل میں ایسی کشش پیدا کر دے کہ وہ رات دن اسی میں لگا رہے۔

حضرتؒ کے دائیں بازو کے سارے بال اس وقت بھی سفید تھے جب ہم نے اللہ اللہ شروع کی۔ باتوں باتوں میں حضرت نے فرمایا تھا کہ یار میرے اس بازو سے جو بال سفید ہو گئے ہیں تو یہ نزلے کی وجہ سے ہو گئے ہیں ورنہ میری عمر تو پچاس پچپن کے درمیان ہے۔

یہ عمر کی زیادتی نہیں اس نزلے کی وجہ سے بال سفید ہو گئے ہیں اور اسی برس کی عمر میں حضرتؒ کا وصال ہوا تو پچپن برس بھی ہو تو پچیس برس پون صدی بنتی ہے۔ الحمد للہ ربع صدی دن رات اکثر اوقات حضرتؒ کی خدمت میں گزرے۔ سفر و حضر میں جلسوں میں مناظروں میں جماعت کے عام ہونے تک تو میں ہی ہوتا تھا بس میں سفر کیا پھر میں نے گاڑی لے لی پھر ہم گاڑی میں حضرتؒ کو یہاں آتے لے جاتے تو پچیس برسوں میں میں نے حضرتؒ کو دنیوی امور کی فکر کرتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ آپؒ کے دنیوی کام بہت سے تھے سارے سال کی آمدنی کھیتوں سے آتی تھی، کھیت مزارعوں کے پاس تھے۔ میں نے پچیس برس میں حضرتؒ کو کھیتوں پر جا کر موقع پر کھیتوں کی نگرانی کرتے بھی نہیں دیکھا کہ جا کہ دیکھیں تو سہی کہ مزارع کیا کرتے ہیں۔ جو آجاتا کہتے ٹھیک ہے اس پر سال کا گزارہ ہو جائے گا۔ لیکن پچیس برس صبح شام اور رات دن دین کی فکر ہوتی تھی، اب وہاں جانا ہے، وہاں جانا ہے، حلقہ ضروری ہے، مناظرہ ضروری ہے، وہ کتاب آگئی اس کا مطالعہ ضروری ہے، لوگ آگئے ان کو سمجھانا ضروری ہے، کوئی طالب علم آگیا اس کو پڑھانا ضروری ہے، انہیں اللہ اللہ سکھانا، یعنی دن رات ذکر اور تعلیم و تعلم ہی آپ کا وظیفہ تھا۔ جو ساتھی آج موجود ہیں جنہوں نے حضرتؒ کے ساتھ وقت گزارہ

وہ سب جانتے ہیں کہ چوبیس گھنٹے آپ کی فکر ایک ہی ہوتی تھی سلسلے کی، جماعت کی، اللہ اللہ کی، دین کی، دنیا کی فکر نہیں کرتے تھے۔ پھر یہ ہوتا ہے جذب کہ من جانب اللہ ایک ایسی کشش پیدا ہو جائے کہ قرب الٰہی کی طلب کی اولیت آجائے اور باقی کام ثانوی حیثیت میں چلے جائیں باقی کام چلتے تو رہتے ہیں تو فرماتے ہیں سلوک سے، اپنی طرف سے محنت کرنے سے کسی کو اللہ کریم یہ دولت دے دے تو یہ بہت اچھی ہے۔

قبض از معصیت:

قولہ تعالیٰ :فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا طٰہٰ :۱۲۴

ترجمہ : تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا۔

"اس میں ذکر ہے بعض اقسام قبض کا جو معصیت سے مسبب ہو اور حقیقی قبض یہی ہے اور دوسرے اقسام محض صورت قبض ہے۔"

سلوک و تصوف کے اعتبار سے حضرت فرماتے ہیں اس میں ذکر ہے بعض اقسام قبض کا جو معصیت سے مسبب ہو اور حقیقی قبض یہی ہے ۔یعنی سلوک کی راہ میں قبض ہوتا ہے کہ منازل میں ترقی رک جائے یا مشاہدہ جو ہوتا تھا وہ رک جائے مکاشفات جو ہوتے تھے وہ رک جائیں اسے قبض کہتے ہیں اور ان میں فراخی آجائے تو اسے بسط کہتے ہیں ۔تو فرماتے ہیں سلوک کی راہ میں بندے سے خطا ہو جائے تو اس کے منازل کی ترقی رک جاتی ہے یا اس کے مشاہدات رک جاتے ہیں ۔فرماتے ہیں حقیقی قبض یہی ہے۔ بعض دفعہ بغیر کسی سبب کے جو قبض ہوتا ہے وہ اس کی تربیت کے لئے ہوتا ہے اللہ کریم اس کی عبادت سے اور زیادہ دے دیتے ہیں وہ حقیقی قبض نہیں ہے صورتاً قبض ہے لیکن حقیقتاً نہیں ۔جو کسی غلطی کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے یہ حقیقی قبض ہے۔

حقیقتِ نظر بر قدم:

قولہ تعالیٰ :وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ طٰہٰ :۱۳۱

ترجمہ :ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے۔

"اس میں نگاہ کا بند رکھنا ہے شاغل عن اللہ سے پس یہ اصل ہے عمل صوفیہ نظر بر قدم کی۔"

یعنی اس آیہ کریمہ میں ایسی مصروفیات جو اللہ سے غافل کر دیں ان کے قریب بھی نہ جانے کا حکم ہے ۔اور صوفیا کی ایک اصطلاح ہے نظر بر قدم ۔جس کا معنی بنتا ہے کہ اپنے پاؤں پر نظر رکھو جدھر کو جا رہے ہیں تو مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ نظر اپنے مقصد پر ہو باقی کسی چیز کی طرف توجہ نہ ہو۔ پوری اصل حقیقی توجہ جو ہے وہ اپنے مقصد پر ہو تو اس کی اصل اس آیت میں ہے ۔اللہ نے منع فرمایا کہ ان چیزوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو چیزیں اللہ سے غافل کر کے انہیں مصروف کرنے والی ہوں۔

سورہ الانبیاء

تعیین غفلت مذمومہ:

قولہ تعالیٰ :وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ۔ الانبیا1 :

ترجمہ :اور یہ غفلت میں ہیں اعراض کئے ہوئے ہیں۔

"معرضون میں اشارہ اس طرف ہے کہ غفلت مذمومہ وہ ہے جس میں اعراض ہو نہ مطلق غفلت (کہ عادتاً اس سے کوئی خالی نہیں)"

وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ اعراض ہوتا ہے منہ پھیر دینا توجہ نہ کرنا اہمیت نہ دینا سو کفار کے حق میں فرمایا کہ ان کے نزدیک ان کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے دین سے اعراض کئے ہوئے ہیں اس لئے وہ غفلت میں ہیں ۔حضرت فرماتے ہیں کہ عادتاً تو غفلت ہو ہی جاتی ہے لیکن دل میں دین کی اہمیت ہو تو وہ غفلت بھی قابل معافی ہے۔ کہ انسان ہے کبھی اس سے غفلت ہو جاتی ہے لیکن اگر دل میں دین کی

اہمیت ہی نہ رہے تو یہ غفلت نہیں اس کے ساتھ اعراض بھی ہو جاتا ہے۔ تو یہ کفار کی خصوصیت ہے کہ ان کے نزدیک دین کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اس لئے اس سے غافل ہوتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جو بیماریاں کفر کی علامات ہیں آج کل وہ ہم میں پائی جاتی ہیں۔ عملی زندگی میں دیکھیں تو کتنے لوگ ہیں جنہیں کام کرتے وقت یہ فکر ہوتی ہے کہ یہ جائز ہے کہ نہیں یا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے تو جب وہ شریعت کی پرواہ ہی نہیں کرتے شریعت کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی تو پھر وہی غفلت بن جاتی ہے جو مومن کی نہیں کافروں کی عادت ہے۔

خلافت کا مردوں کے ساتھ خاص ہونے کی اصل:

قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا الانبیا 7:

ترجمہ: اور ہم نے آپ سے قبل بھی صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا۔

"اس آیت سے جمہور نے استدلال کیا ہے مردوں کے ساتھ رسالت کے خاص ہونے پر اور میں کہتا ہوں کہ اگر تخصیص بھی مسلم نہ ہو تو غالب کا تو انکار ہو ہی نہیں سکتا اور یہ اصل ہے اہلِ طریق کی اس عادت کی کہ خلافت مردوں ہی کو دیتے ہیں۔"

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں کو ہی پیغمبرؑ اور رسولؑ بنایا ہے۔ فرماتے ہیں اس آیت پر دلالت ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی۔ مرد ہی انبیاء ہوئے ہیں اور صاحب سلاسل جو لوگ ہوتے ہیں یا مشائخ جو ہوتے ہیں وہ کسی عورت کو صاحب مجاز نہیں بناتے، خلافت مردوں کو ہی دیتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ذمہ داری صرف مردوں کی ہے خواتین کو نہیں مل سکتی۔

ترکِ طعام کو معیارِ کمال سمجھنے کی غلطی:

قولہ تعالیٰ: وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ الانبیا 8:

ترجمہ: اور ہم نے ان رسولوں کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں۔

"یہ آیت دال ہے اس پر کہ کھانا نہ کھانا کمالات اور علاماتِ مقبولیت سے نہیں جیسا کہ بہت سے عوام اور بعض خواص بھی خیال کرتے ہیں۔"

بعض لوگوں کو یہ وہم ہوتا ہے کہ بھوکا رہنا بڑی عبادت ہے یا بھوکا رہنے سے بڑا کمال حاصل ہوتا ہے فرمایا اس کی کوئی دلیل نہیں چونکہ اللہ فرماتے ہیں ہم نے ایسا کوئی نبیؑ اور رسولؑ نہیں بھیجا جو کھانا نہ کھاتا ہو۔ ایسا کوئی جسم انہیں عطا نہیں کیا جس سے انہیں بھوک نہ لگتی ہو وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔

مسئلہ مذکورہ آیہ آل عمران: ربنا ما خلقت ھذا باطلا

قولہ تعالیٰ: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ الانبیاء 16:

ترجمہ: اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں۔

"یعنی عبث پیدا نہیں کیا۔ یہ بھی اسی مسئلہ پر دال ہے جس پر آل عمران کی یہ آیت دال تھی ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔"

یعنی اللہ کریم نے زمین آسمان اور یہ وسیع کائنات ستارے، سیارے، زمینوں، آسمانوں میں جو کائنات ہے تو یہ محض تماشے کے طور پر نہیں بنائی۔ اس کی تخلیق کسی انجام، کسی منطقی نتیجے کا تقاضا کرتی ہے۔ انسان جو خود مخلوق ہے کوئی کام بلا مقصد نہیں کرتا اس کا کچھ مقصد ہوتا ہے۔

جو چھوٹے چھوٹے کام بھی کرتا ہے تو اس کا بھی کوئی مقصد ہوتا ہے اللہ کریم نے اتنی وسیع کائنات بنائی وہی جانے کہ اس نے کتنا نظام کس طرح ایک دوسرے سے مربوط کیا ہے اور چیزیں کس طرح سے حرکت کرتی ہیں کس طرح وجود میں آتی ہیں کس طرح عدم کو جاتی ہیں تو اتنے بڑے وسیع نظام کا ایک فطری تقاضا ہے کہ اس کا کوئی نتیجہ ہونا چاہیے۔ اگر کوئی نتیجہ نہ ہو تو یہ کارِ عبث ہے یہ فضول کام ہے اور فضول کام اللہ جل شانہٗ کو زیب نہیں دیتے۔

اس فعل کی تحقیق کی غایت تخلیق کی اسماء وصفات کا ظہور اور ان کا مشاہدہ ہے:

قولہ تعالیٰ: لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ﴿١٠﴾ (الانبیا17)

ترجمہ: اگر ہم کو مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے۔

"قوم کی زبان زد ہے کہ خلق کی غایت اسماء وصفات کا ظہور ہے کیونکہ وہ جمیل ہیں اس لئے وہ مقتضی ظہور کی ہیں تاکہ ذات ان کا مشاہدہ کرلے۔ پس اگر مراد یہ ہے کہ صرف یہی غایت ہے تب تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ تو ایک شغل محض ہوا جس کی نفی آیت میں ہے کیونکہ لہو کے معنی شغل محض کے ہیں اور اگر مراد یہ ہے کہ یہ بھی ہے اور دوسرے مصالح بھی تو کچھ مضائقہ نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ شغل محض تو ایک فائدہ ہے جو راجع ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف اور وہ کسی فائدہ کے حاصل کرنے سے منزہ ہیں اور اس میں مصالح کا رکھنا یہ ایک فائدہ ہے جو راجع خلق کی طرف اور خلق اس کی محتاج ہے۔ اور گویا مِنْ لَّدُنَّآ سے اشارہ ہے اور اسماء وصفات کی طرف کیونکہ سب اشیاء میں زیادہ قرب اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء صفات کو ہے تو اللہ تعالیٰ نے پاس والی شئے کے ساتھ مشتغل ہونے کی بھی نفی فرمادی۔"

فرماتے ہیں زبان زدِ عام ہے کہ خلق کی غایت اسماء وصفات کا ظہور ہے کہ وہ جمیل ہے اس لئے وہ مقتضی ظہور کے ہیں۔ یعنی اللہ کی ذات بھی اور اس کی صفات بھی انتہائی خوبصورت ہیں اور حسن کا تقاضا ہوتا ہے ظہور کا۔ کوئی بھی چیز خوبصورت آپ بنائیں تو اس کا حسن چاہتا ہے کہ وہ کسی کو دکھائی جائے۔ دکھائی نہ جائے تو پھر اس کی خوبصورتی کا کیا فائدہ۔ ایک بہت خوبصورت چیز بنا کر چھپادی جائے تو وہ خوبصورت ہو یا نہ ہو اس کا کیا فائدہ۔ تو حسن و جمال جو ہے اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ دکھائی جائے۔ تو لوگ یہ کہتے ہیں چونکہ اللہ کے اسماء اور صفات بہت جمیل ہیں اور وہ تقاضہ ظہور کا کرتے ہیں اس لئے خلق اس کا نتیجہ ہے۔ فرمایا اگر یہ مراد لی جائے تو یہ تو باطل ہے کیونکہ یہ ایک شغل ہے۔ ایک محض بے نتیجہ کام ہے۔ یعنی اس سے حاصل کچھ نہیں ہوتا تو شغل کہتے ہیں ایسے کام کو جس کا کچھ حاصل وصول نہ ہو۔ وقت گزارنے کے لئے جیسے لوگ تاش کھیل لیتے ہیں اور اس پر جوا وغیرہ نہیں لگاتے تو وہ ایک شغل ہے اس سے حاصل وصول کچھ نہیں ہوتا۔ تو فرمایا اگر یہ ظہورِ صفات و اسماء کا نتیجہ مخلوق ہے تو یہ تو ایک شغل ہے پھر اس کا حاصل تو کچھ نہ ہوا۔ شغل اس ذات کو زیب نہیں دیتا تو یہ عقیدہ درست نہیں ہے اور اس میں مصالح کا رکھنا یہ ایک فائدہ ہے جو راجع ہے خلق کی طرف خلق۔ اس کی محتاج ہے۔ گویا مِنْ لَّدُنَّا سے اشارہ ہے اسماء وصفات کی طرف کیونکہ سب اشیاء میں زیادہ قرب اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء وصفات کو ہے تو اللہ تعالیٰ نے پاس والی شئے کے ساتھ مشتغل ہونے کی بھی نفی فرمادی۔ فرمایا دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کا سب سے زیادہ قرب اللہ کے اسماء وصفات کو ہے کہ وہ ہر وقت اس کی ذات کے ساتھ ہیں تو ان سے مخلوق کا فائدہ ہونا مختلف اسماء سے مختلف عنایات کا ظہور ہوتا تو مخلوق اس کی محتاج ہے لیکن اللہ نے ان اپنی قریب کی چیزوں سے بھی شغل فرمانے کی نفی فرمادی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی شغلہ یعنی بے نتیجہ کام اس کی ذات کی شان کے شایان ہی نہیں۔

اکرم التفاسیر

سورۃ النمل: آیات نمبر 60 تا 66

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ
بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا (اور کس نے) آسمان سے تمہارے
مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ
لیے پانی برسایا پس اس کے ذریعے ہم نے سر سبز باغ اگائے
مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ
تم ان کے درختوں کو اگا نہیں سکتے تھے۔ تو کیا اللہ کے ساتھ
مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿60﴾ اَمَّنْ جَعَلَ
کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ راستے سے الگ ہو رہے ہیں۔ بھلا کس نے زمین کو
الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ
(مخلوق کے لیے) قرارگاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں (دریا) بنائیں اور اسکے ٹھہرانے کیلئے
لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ
پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان حد فاصل بنائی
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿61﴾
کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ ان میں زیادہ تو (اچھی طرح) سمجھتے بھی نہیں
اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ
اور بے قرار آدمی کی دعا کون سنتا ہے جب وہ اسکو پکارتا ہے اور وہ (اسکی) مصیبت کو دور فرماتا ہے
وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ
اور تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی
قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿62﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ
اور معبود بھی ہے (جو یہ سب کچھ کرتا ہے ہرگز نہیں مگر) تم بہت کم غور کرتے ہو۔ بھلا تمہیں کون راہ دکھاتا
فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ
ہے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں اور کون ہواؤں کو اس کی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی بنا
بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ تَعٰلَى اللّٰهُ
کر بھیجتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود (بھی ہے)؟ (ہرگز نہیں) یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ کی
عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿63﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ
شان اس سے بہت بلند ہے۔ بھلا کون مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے پھر اس کو دوبارہ زندہ فرمائے گا
وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ
اور آسمان سے (پانی برسا کر) اور زمین سے (کھیتیاں اور پھل اُگا کر) تم کو کون رزق عطا فرماتا ہے؟
مَّعَ اللّٰهِ ۗ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ فرما دیجیے کہ (مشرکو) اگر تم سچے ہو
صٰدِقِيْنَ ﴿64﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
تو اپنی دلیل پیش کرو۔ فرما دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں
وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ
اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب (زندہ کر کے)
يُبْعَثُوْنَ ﴿65﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۗ بَلْ
اٹھائے جائیں گے۔ بلکہ آخرت کے بارے میں خود ان کا ہی علم (فکر) ختم ہو چکا بلکہ وہ
هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿66﴾
اس سے شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہو رہے ہیں

ہمارے جو اسباق مسلسل چل رہے ہیں اس میں سورہ نمل جاری ہے۔ اُنیسواں پارہ مکمل ہوا، الحمدللہ! بیسویں پارے کی ابتدا ہے۔ توحید اور توحید باری تعالیٰ کی ہی بات ہو رہی تھی اور اس میں اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں: اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ یہ زمین و آسمان کس نے بنائے ہیں؟ مخلوق ساری تو انہیں میں ہے۔ شجر

وحجر، جن وانسان، فرشتے، جانور، پرندے، آبی جانور، درندے، ہر قسم کا ذی روح، بے روح نباتات، جمادات ہر شے انہی زمین وآسمان میں ہے۔ ہر شے مخلوق ہے، خود زمین وآسمان بھی مخلوق ہے۔ انہیں کس نے پیدا کیا؟ اب جن کو تم اللہ کے سوا معبود مانتے ہو، جن سے اُمیدیں وابستہ کرتے ہو، جن کی اطاعت کرتے ہو، جن کو سجدے کرتے ہو بھلا وہ زمین وآسمان کیا بنائیں گے۔ جن بتوں کو تم پوجتے ہو ان کو تو تم پتھر سے گھڑ کر بت کی صورت دیتے ہو۔ وہ اپنی صورت میں تمہارے محتاج ہیں تو دوسری مخلوق کے خالق وہ کیا ہوں گے؟ انسانوں میں سے کوئی کسی دوسری مخلوق کی پوجا شروع کر دے تو وہ خود مخلوق ہے۔ جنوں میں سے کسی کی بھی پوجا شروع کر دے وہ خود مخلوق ہے۔ ایسے بھی لوگ تھے جو فرشتوں کی پوجا کرتے تھے لیکن وہ خود مخلوق ہیں۔ مخلوق عبادت کروانے کا حق کہاں سے رکھتی ہے جو اپنے وجود میں محتاج ہوتا ہے، وہ دوسرے کی مدد کیا کرے گا؟

اللہ نے اتنا وسیع نظام بنایا کہ اس کی حد کوئی متعین نہیں کر سکتا وَ اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً اس نے ایسا نظام بنا دیا کہ سمندروں سے پانی اُٹھتا ہے، وہ ٹنوں پانی دھوئیں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس کا کوئی وزن نہیں ہوتا اُسے ہوائیں اُٹھائے پھرتی ہیں، کمال ہے۔ اس میں بجلی بھی ہوتی ہے، پانی بھی ہوتا ہے۔ یہاں ہمارے ہاں پہاڑوں پہ برسات میں بھی، سردیوں میں بھی بادل زمین پر آجاتے ہیں، لوگ، انسان، حیوان، گاڑیاں اُن سے گزرتی رہتی ہیں، کوئی بجلی نہیں ہوتی، کسی کو کوئی کرنٹ لگتا ہے نہ کوئی بندہ بھیگتا ہے، بس دھواں سا ہوتا ہے۔ دنیا کے کئی سفر کیے ہیں، ہوائی جہاز میں بارہا بادلوں سے گزرے ہیں، جہاز اوپر چلا جاتا ہے۔ پھر یورپ کے جس ہوائی اڈے پر اُترو، بادلوں میں پائلٹ کو کمپیوٹر سے پتا چلتا ہے ہمیں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ پھر وہ جہاز کو زمین پر اُتارتا ہے تو نیچے زمین آجاتی ہے۔ بادل ہی بادل ہوتے ہیں، کوئی بجلی، کوئی پانی کا احساس نہیں ہوتا لیکن جب چمکتے ہیں یا کہیں بجلی گرتی ہے تو تباہ کر دیتی ہے۔ وہ بجلی بھی بادلوں سے گرتی ہے۔ پانی برستا ہے تو وہ جل تھل کر دیتا ہے، سیلاب آجاتے ہیں، لوگ غرق ہو جاتے ہیں، مکان بہہ جاتے ہیں، شہر ڈوب جاتے ہیں اور اسی پانی کو ہوائیں اُٹھائے پھر رہی ہوتی ہیں، دھواں سا اُڑ رہا ہوتا ہے تو یہ کون کرتا ہے؟ پانی کو بادلوں کی شکل کون دیتا ہے اور بادلوں کو تہہ بہ تہہ کون جما سکتا ہے، کس کے حکم سے برستے ہیں، کون برساتا ہے؟ کون جانتا ہے کہ پانی کے کس قطرے کو کہاں پہنچنا چاہیے اور اس کے آگے اس کا کیا نتیجہ آنا چاہیے؟ اس سے روئیدگی ہوگی، اُسے کوئی پیے گا، اس سے کوئی نہائے گا، اس سے کوئی کپڑے صاف کرے گا، کسی درخت کی غذا بنے گا یا کسی پھل کا حصہ بنے گا، کہاں جائے گا؟ یہ سب کچھ اتفاقاً تو نہیں ہوتا، کوئی کرتا ہے تو ہوتا ہے۔ ایک ایک قطرے کی جگہ مقرر ہوتی ہے جہاں اُسے پہنچنا ہے، جہاں اُسے جانا ہے۔ جس نے مخلوق کو غرق کرنا ہے اُسے بھی اللہ کا حکم ہے، اُسے بھی وہ حکم ملا ہے، اس نے بھی وہی کام کرنا ہے اور جس نے مخلوق میں حیات تقسیم کرنی ہے وہ بھی اللہ کے حکم کا پابند ہے۔ اس قادرِ مطلق کو چھوڑ کر تم کسی اور سے اُمیدیں وابستہ کرتے ہو، یہ بھی کوئی بات ہے؟ یہ تو بری بات ہے۔ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۔ اللہ کریم نے تو اس برسات سے بے پناہ روئیدگی زمین پر پیدا کر دی۔ درخت، پھل، پھول، جھاڑیاں اور جب بارش ہوتی ہے تو کھربوں گھاس کے تنکے نکل آتے ہیں۔ وہ ساری زمین ایسے ہو جاتی ہے جیسے کسی نے مخملیں فرش بچھا دیا ہو، ہر تنکا گل بکف۔ زمین ایک ہے، پانی ایک سا برسا ہے، یہ رنگ کس نے ملا دیئے؟ ہر پھول کا رنگ اپنا ہے، کوئی نیلا ہے، کوئی پیلا ہے، کوئی سرخ ہے، کوئی سفید ہے۔ ہر پھول کی خوشبو اپنی ہے، تاثیر اپنی ہے، کوئی گرمی کرتا ہے، کوئی ٹھنڈک کرتا ہے۔ ہر تنکے کی تاثیر اپنی ہے، خصوصیت اپنی ہے، خوشبو اپنی ہے۔ زمین بھی ایک ہے، پانی بھی ایک ہے۔ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا ۔ تم تو یہ نہیں کر سکتے۔ تم میں جرأت ہے؟ تم نہیں کر سکتے تو پھر تمہارے سے گھٹیا مخلوق کیسے کر سکتی ہے۔ کبھی بندوں کو پوجتے ہو، کبھی پتھروں کو اور کبھی دوسرے جانوروں کو پوجتے ہو جو تم سے گھٹیا ہیں، ان کی پوجا تم کیوں کرتے ہو؟

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کسی الہامی کتاب سے یا کہیں عقل سے دلیل تو لاؤ کہ یہ ساری کارگہہ حیات بنانے میں کوئی اللہ کے ساتھ شریک تھا پھر تو اسے عبادت کا بھی حق ہے، وہ عبادت میں بھی شریک ہو۔ اگر وہ بنانے میں وحدہٗ لاشریک ہے، باقی جو کچھ ہے وہ مخلوق ہے، اُس کے بنانے سے بنا ہے تو مخلوق عبادت کی مستحق کیسے ہوگئی؟ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ. فرمایا: یہ لوگ بھٹک رہے ہیں، حق کی راہ چھوڑ رہے ہیں۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا. اس زمین کو کس نے پکڑ رکھا ہوا ہے، اسے قرار کس نے دیا ہے؟ یہ ہوا میں معلق ہے۔ آج تو آپ کے پاس ہوائی جہاز ہیں، ایسے وسائل ہیں، راکٹ ہیں تو آپ چند گھنٹوں میں پوری زمین کے گرد چکر لگا لیتے ہیں، ہر طرف فضا ہی فضا ہے۔ کہیں کوئی ایسی جگہ ٹکی ہوئی نہیں، کہیں کوئی میخ نہیں گاڑی ہوئی، فضا میں معلق ہے۔ اگر حرکت کرتی ہے تو اللہ نے اس کی حرکت مقرر کر دی ہے، وہ چوبیس گھنٹوں میں پوری کرتی ہے پھر ایک اور حرکت کرتی ہے اسے وہ سال میں پوری کرتی ہے۔ کیا مجال ہے کہ اپنے راستے سے ذرا ہٹ جائے۔ اپنے وقت سے پہلے چکر کھا جائے یا اپنے مقام پر پہنچنے میں دیر کر دے، نہیں۔ شب و روز کا نظام معین ہے، اس مالک نے مقرر کر دیا ہے جس طرح وہ چاہتا ہے اتنا گھٹاتا، بڑھاتا رہتا ہے۔ سورج سے فاصلہ کتنا رہنا ہے، یہ مقرر ہے۔ دُور ہو جائے تو ہر شے ٹھنڈی ہو کر مر جائے، قریب ہو جائے تو ہر شے جل کر مر جائے۔ صدیاں بیت گئیں، کوئی نیچے ستون نہیں، کسی فرش پر ٹکی نہیں، اور اپنا کام مسلسل کیسے جاری ہے اور چھوٹا سا کرۂ ارض ہے، چند گھنٹوں میں چھوٹا سا ہوائی جہاز اس کے گرد چکر لگا لیتا ہے۔ پتا نہیں کب سے رب نے زمین تخلیق فرمائی، کب سے اس کے پیٹ سے پیداوار نکل رہی ہے، دھاتیں نکل رہی ہیں، سونا چاندی، تیل نکل رہا ہے۔ پانی کے بھرے سمندر ہیں۔ کوئی چیز ختم نہیں ہوتی بلکہ کہیں نہ کہیں کوئی نیا خزانہ دریافت ہو جاتا ہے۔ کب سے مخلوق آرہی ہے، کیا کوئی حساب کر سکتا ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک انسان کتنا اناج کھا چکے ہیں؟ کتنی مخلوق تھی، کتنے ٹنوں، کھربوں ٹنوں اناج کھایا جا چکا۔ یہ سب اسی زمین سے نکلا ہے، مزید نکال رہے ہیں، اسی زمین سے ہم کھا رہے ہیں۔ اس میں کتنا دفن ہے، کس نے رکھا ہے؟ کہاں چھپایا ہوا ہے؟ ساری زمین کھود ڈالو تو ایک دانہ نہیں نکلتا، فصل بیجتے ہو تو منوں نکل آتا ہے۔ بتاؤ اس کو کس نے معلق کر رکھا ہے؟ یہ جو فضا میں کھڑی ہے اور اپنے راستے پر تیر رہی ہے۔ اسے کس نے سنبھال رکھا ہے؟ وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا. اور اس میں تو اللہ نے دریا بہا دیئے، نہریں بہا دیں، کمال ہے! ایک گلاس پانی لے کر ایک جگہ گراؤ تو وہ زمین پر بھی نالی سی بنا جاتا ہے اور مٹی کو بہا لے جاتا ہے لیکن صدیوں سے دریا بہہ رہے ہیں اب تک تو ساری مٹی بہہ جانی چاہیے تھی لیکن کچھ بھی نہیں بگڑا۔ اس قادرِ مطلق نے پانی کو حیات کا سبب بنا دیا۔ اس پر بھرے سمندر کھڑے ہیں اور دریا بہہ رہے ہیں۔ نہریں بہہ رہی ہیں لیکن زمین کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ آب پاشی ہوتی ہے، پھل اُگتے ہیں، فصلیں ہوتی ہیں۔

وَ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ بڑے بڑے پہاڑ اس پر رکھ دیئے، زمین کو متوازن رکھنے کے لیے ایسے اوزان ٹکا دیئے ہیں جس طرح اوزان رکھ کے آپ چیز کو سہارا دیتے ہیں اُس نے ایسی حکمت سے اس پر پہاڑ ٹکا دیئے ہیں کہ وہ زمین کو لرزنے نہیں دیتے۔ اگر یہ بیلنس (Balance) نہ ہوتا اور زمین جھٹکے کھاتی رہتی تو اس پر تو زندگی ممکن نہ رہتی۔ ہر ذی روح لڑھکتا رہتا، اُس نے اس پر پہاڑ ٹکا دیئے اور اوزان پورے کر دیئے۔ کمال ہے، جدھر جاؤ پتا چلتا ہے زمین کا سیدھا پہلو یہی ہے۔ زمین گیند کی طرح یا انڈے کی طرح ہے تو کوئی پہلو تو نیچے بھی ہو گا۔ ہم جہاں جاتے ہیں وہاں یہ چپٹی ہے۔ کئی مرتبہ ہم امریکہ گئے تو بارہ گھنٹے کا فرق ہے یعنی زمین کے بالکل ایک طرف پاکستان ہے، دوسری طرف امریکہ کے مغربی ساحل ہیں یہاں بھی سیدھی ہے وہاں بھی سیدھی ہے۔ اب ایک طرف سے اوپر ہے تو دوسری طرف تو نیچے ہونی چاہیے۔ یہ کس نے کر رکھی ہے؟ ساری سائنس کہتی ہے یہ بیضوی ہے، فضا میں معلق ہے، کوئی سائنسدان یہ نہیں سمجھاتا کہ یہ ہر طرف سے سیدھی کیوں ہے؟ جہاں جاؤ سیدھی ہے، کس نے کر رکھی ہے؟ کوئی ہے

مخلوق میں جس میں یہ قدرت ہو؟

وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۔ اس نے دریاؤں اور پانیوں کے درمیان حد فاصل قائم کر رکھی ہے۔ سارا سمندر روئے زمین پر جتنا ہے، سارا سمندر کڑوا ہے، میرے خیال میں کم وبیش ایک چوتھائی خشکی ہوگی، شاید تین حصے سمندر ہو، سارا سمندر کڑوا ہے، سارے بخارات اُسی سے اُٹھتے ہیں ساری بارش اُنہی سے برستی ہے، برف بھی میٹھا پانی ہے، دریا بھی میٹھا پانی ہے۔ پھر زمین کے اندر سمندر کا پانی گھسا ہوا ہے اسی زمین میں کڑوا پانی بھی ہے، میٹھا بھی ہے۔ بعض ایسی جگہیں ہیں کہ یہاں بور (Bore) کرو پانی کڑوا ہے، پچاس گز اُدھر کرو میٹھا ہے تو انہیں آپس میں مل جانا چاہیے؟ زمین میں میٹھا کڑوا ایک سا پانی ہونا چاہیے، فرمایا: نہیں۔ میں نے حد قائم رکھی ہے، ہر ایک اپنی حد میں رہتا ہے وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا۔ اس مالک الملک نے دونوں پانیوں کو اپنی حدود میں پابند کر رکھا ہے۔ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کوئی ہے جس نے یہ سارے کام اللہ کے ساتھ مل کر کیے ہوں؟ کسی نے نہیں کیے، وحدہٗ لاشریک ہے تو پھر عبادت میں کون شریک ہو سکتا ہے، عبودیت پھر کس کو حاصل ہے پھر معبود کون ہوگا؟ کوئی دوسرا شریک کیسے ہو سکتا ہے۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ لیکن لوگوں کی اکثریت کچھ جانتی نہیں۔ اللہ نے جاننے کی قوت دی، اتنا بہترین دماغ دیا۔ اعضاء و جوارح دیئے، سننے کی طاقت دی، دیکھنے کی چکھنے کی، سونگھنے کی حس دی، حواسِ خمسہ عطا فرمائے۔ اسی طرح قلب عطا فرمایا، اس میں لطائف عطا فرمائے، لطائف خمسہ عطا فرمائے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ یہ کہنا کہ انسان پانچ چیزوں سے بنا ہے، درست نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مٹی، پانی، آگ، ہوا ان کے ملنے سے نفس بن گیا تو ان پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے، فرماتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ اس میں پانچ لطائف عالم امر کے بھی ہیں، قلب، روح سری، خفی، اخفاء یوں انسان ان دس چیزوں کا مرکب ہے۔ اگر آپ اس ایک پہلو کو چھوڑ دیں تو وہ مردہ ہو جائے گا جیسے آپ ایک بازو کو باندھ کے گلے میں لٹکا دیں وہ کچھ عرصے بعد بیکار ہو جائے گا۔ ایک آنکھ کو پٹی باندھ دیں، استعمال نہ کریں، کچھ عرصے بعد اس میں بینائی ختم ہو جائے گی۔ ایک پاؤں پہ چلتا رہے دوسری ٹانگ کو استعمال نہ کریں وہ ختم ہو جائے گی، کام ہی نہیں کرے گی، فطرت کا قانون ہے۔ اگر لوگوں نے ساری زندگی لطائف ربانی کی طرف توجہ ہی نہیں کی تو وہ ختم ہو جائیں گے۔ اُس کے پاس ایک ہی پہلو رہ جائے گا مادی دنیا کا، مادی حواس سے دیکھنے کا، جانوروں کی طرح پھرتا رہے گا۔ تو فرمایا: ہم نے تو انہیں علم کے ذرائع دیئے، انہوں نے وہ استعمال ہی نہیں کیے تو وہ ضائع ہو گئے۔ لَا يَعْلَمُوْنَ یہ جاہل رہ گئے کچھ نہ جاننے والے۔ اگر انہوں نے زندگی میں صرف یہی جانا کہ روٹی کیسے کمانی ہے، کپڑا کیسے پہننا ہے، بچے کیسے پالنے ہیں، گھر کیسے بنانا ہے اور مر گئے تو یہ کام سارے جانور بھی کرتے ہیں۔ پرندے، کیڑے مکوڑے بھی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چیونٹی بھی خوراک حاصل کر لیتی ہے بچے بھی پال لیتی ہے، ٹھکانہ بھی بنا لیتی ہے، مر بھی جاتی ہے پھر انسان میں اور جانوروں میں فرق کیا ہوا؟ یہ تو جانوروں کی زندگی ہے تمہیں تو انسان پیدا کیا تم میں تو انسانی خصوصیات تھیں۔ تمہیں جہاں بدن کی ضروریات کو جاننا ہے اس سے زیادہ روح کی ضروریات کو جاننا تھا تم تو بدن اور روح کا مرکب ہو، تمہاری روح تو عالم امر سے ہے، اُس کی غذا بھی عالم امر سے ہوگی، اُس کی دوا بھی عالم امر سے ہوگی، اُس کا لباس بھی وہیں سے آئے گا جہاں کی وہ ہے۔ بدن مادی ہے، اس کا لباس بھی یہیں سے آتا ہے، اس کی غذا بھی زمین سے آتی ہے اس کی دوا بھی زمین سے ہے۔ روح عالم امر سے ہے تو پھر اُس کے اسباب زندگی تو وہیں سے آئیں گے وہاں کوئی اپنا رابطہ، کوئی تعلق، کوئی رشتہ، کوئی چیز خرید سکو، لا سکو، پیدا کر سکو، کچھ ہے؟ فرمایا: اگر تم نے یہ شعبہ چھوڑ دیا تو تم جاہل رہ گئے تو بے شک تم نے دس بار ایم۔اے کر لیا، پی ایچ ڈی (Phd) کی ڈگریاں لے لیں، انجینئرنگ پڑھ لی، میڈیکل پڑھ لیا تو یہ سارا مادی علم ہے۔ ضروری ہے لیکن آدھا علم ہے۔ ایک طرف ہی کے رہے ناں! حقیقت علم یہ تھی کہ انسان کی اصل کیا ہے اور

اس کی اصل ضروریات کیا ہیں؟ وہ تمہاری نظر سے اوجھل رہیں تو پھر جاہل ہی رہے۔ بھائی! سارا علم پڑھ پڑھ کر کمانا، پیٹ بھرنا اور مرجانا، یہی کچھ کیا تو انسانی زندگی کی روش سے ہٹ گئے۔ یاد رہے علمِ ظاہر بھی مفید تب ہوتا ہے جب نورِ باطن نصیب ہوتا ہے ورنہ بڑے بڑے پڑھے لکھے مرتے ہوئے لوگوں کا کفن چھینتے رہتے ہیں۔ آپ دیکھتے نہیں کتنے کتنے قابل ڈاکٹر ہیں ہسپتالوں میں مریض مفلسی سے مر رہا ہوتا ہے وہ کہتے ہیں اتنے ہزار جمع کراؤ تو ہسپتال میں مریض کو داخل ہونے دیں گے تو دیکھیں گے کہ اسے بیماری کیا ہے؟ اور اس میں مہینوں گزر جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں تو یہ حال ہے کہ ایک بندے کا بلڈ لے کر دس لیبارٹریز میں جائیں، دس کے رزلٹ الگ ہوں گے، کون سمجھے کہ اسے کیا بیماری ہے، دس الگ الگ رائے دیں گے عجیب بات ہے۔

فرمایا : بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یہ اللہ سے شرک کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ یہ جاہل ہیں، یہ جو شرک کرتے ہیں ان میں بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جاہل ہیں۔ انہوں نے یہی پڑھا ہے کہ بدن کو کیسے پالنا ہے، یہ تو آدھا علم ہے۔ یہ تو ساری معلومات ہیں، حقیقتِ علم تو یہ ہے کہ روح کو بھی جانتے، اس کی صحت اور اُس کے پالنے اور اُس کو زندہ رکھنے کی بھی یہ فکر کرتے تو یہ پورا علم تھا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے : اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ حقیقی علم یا مکمل علم اسکے دو حصے ھیں عِلْمُ الْاَدْيَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :الادیان کا علم (Normative Sc ience) عقیدہ، اخلاق، کردار، ایمان یہ آدھا علم ہے۔ (Physical Sc ience) علم الابدان وجودوں کا علم، مادیات کا علم۔ ہمارے ہاں تو علم تقسیم ہو گئے ہیں۔ آدھے لوگ وہ ہیں جو دین پڑھتے ہیں ان کے پاس مادی علوم نہیں ہیں اور آدھے وہ ہیں جو مادی علوم پڑھتے ہیں انہیں کلمہ بھی نہیں آتا اب دونوں طبقے آپس میں لڑتے رہتے ہیں۔ دینی طبقے کے لوگ انہیں جاہل کہتے ہیں اور وہ انہیں جاہل کہتے ہیں۔ آدھا اس کے پاس ہے آدھا علم اس کے پاس ہے۔ یہ دونوں مل جائیں ان میں Bridging ہو جائے۔ یہ اُنہیں دین سکھائیں وہ اُنہیں دنیا سکھائیں تب جا کر قوم بنے گی، تب جا کر معاشرہ سدھرے گا، تب جا کر عظمتِ باری کا ادراک بھی ہوگا۔ ایک آدمی دین کا علم حاصل کرتا ہے تو اُسے تو نیک ہونا چاہیے جبکہ ہمیں دینی علوم میں بھی لوگ تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو قرآن کو بیچ رہے ہیں، فتوے بیچ رہے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ایک ایک امرِ الٰہی پر جان دیتے ہیں لیکن سارے دینی طبقے کو ایسا ہونا چاہیے، سارا ایسا کیوں نہیں ہے؟ آدھا علم اُدھر ہے آدھا علم ادھر ہے۔ دونوں طرف کے لوگ جاہل رہ گئے، ایک آدمی لوگوں کو اللہ کا دروازہ دکھاتا ہے، سارا دن وعظ کرتا ہے کہ اللہ سے مانگو جب تقریر ختم ہوتی ہے تو خود لوگوں سے مانگنے بیٹھ جاتا ہے کہ مجھے تم دو۔ بھئی وہ کیا اللہ سے مانگیں گے تمہیں خود اللہ نظر نہیں آرہا؟ تم خود کیوں نہیں اللہ سے مانگتے؟ تو سارا جو کیا کرایا ہوتا ہے اس کی کوئی قیمت نہیں رہتی کہ یہ خود تو ہم سے مانگ رہا ہے، ہمیں کہتا ہے تم اللہ سے مانگو۔ اگر اللہ دینے والا ہے تو یہ اللہ سے کیوں نہیں مانگتے؟ غیر اللہ سے مانگنا جہالت ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں لوگوں کی اکثریت جاہل ہے۔ لَا يَعْلَمُوْنَ کچھ نہیں جانتے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔ یہ مشرکین عرب جب کشتیوں میں بیٹھ کر سمندری سفر پہ جاتے تو سمندر میں کبھی طوفانوں میں گھر جاتے تو پھر صرف اللہ کو پکارتے۔ زمین پر بھی کوئی ایسی ناگہانی تکلیف آجاتی، کوئی بیماری آجاتی، کوئی دُکھ آجاتا تو یہ مشرکین اس وقت صرف اللہ کو پکارتے ہیں، تو وحدہٗ لاشریک ہے، میری مدد فرما۔ اللہ کریم فرمارہے ہیں جب تم پھنس جاتے ہو مضطر ہو جاتے ہو، بے قرار ہو جاتے ہو، کوئی تمہارا آسرا نہیں رہتا کہ کسی کو کوئی بات سنا سکو۔ اب سمندر کے درمیان گرداب میں پھنس گئے کوئی ظاہری آسرا نہیں پھر کہتے ہیں، اللہ تو ہماری مدد فرما تو ہماری سن رہا ہے ہماری مدد فرما۔ جب وہ اس سے نکال دیتا ہے تو پھر شرک کرنے لگ جاتے ہیں۔ فرمایا، کیسے عجیب لوگ ہو، کون بے قرار کی سنتا ہے؟ جو بے بس ہو چکا ہوا سے مضطر

کہتے ہیں جس کے پاس کوئی ظاہری سبب نہ بچا ہو، بے قرار ہو چکا ہو اور کوئی آسرا نہ ہو، فرمایا، اس وقت تو اللہ ہی یاد آتا ہے۔ وہ ایسا کریم ہے کہ اگر کوئی مشرک بھی بے قرار ہو کر درد دل سے اُسے پکارے تو اُس کی مشکل بھی دُور کر دیتا ہے۔ وہ کیسا کریم ہے اور جب دُور کر دیتا ہے تو تم شرک میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ جب ٹھیک ہو جاتے ہو تو کہتے ہو، فلاں بت نے مدد کی۔ اس وقت بت بھولے ہوئے ہوتے ہیں جب موت سامنے ہوتی ہے اور جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو کہتے ہیں فلاں ستارے نے مدد کی، فلاں بت نے مدد کی، فلاں نے کی، فلاں نے کی۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ جب ہر طرف سے نا اُمید ہو کر بے قراری میں پکارتا ہے تو کون سنتا ہے اُس کی؟ اور کون اُسے اس بے قراری سے سکون دیتا ہے، اس سے نکال کر نجات دے کر سکون، قرار عطا کرتا ہے۔ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ۔ ذرا یہ سوچ لو تم کیا روزِ اول سے جب سے زمین بنی ہے تم اس پر بستے تھے، تم سے آگے کروڑوں، کھربوں لوگ گزر گئے۔ تم ان کے جانشین ہو تمہیں کس نے جانشین بنا دیا؟ کوئی تو ہے جس نے تمہیں اُن کی اولاد سے پیدا کیا۔ کوئی تو ہے جس نے لوگوں کے بسے بسائے شہروں میں تمہیں آباد کر دیا؟ بسانے والے چلے گئے تم مالک بن گئے۔ کل تم چلے جاؤ گے آنے والے مالک بن جائیں گے۔ آج گھر تمہارے ہیں، کوٹھیاں تمہاری ہیں، بنگلے تمہارے ہیں، گاڑیاں تمہاری ہیں، کل تم قبر کی خوراک بن جاؤ گے اور یہ گھر کسی اور کا ہو گا، بنگلہ کسی اور کا ہو گا، کوٹھی کسی اور کی ہو گی؟ تمہیں کس نے مالک بنا دیا، کس نے تمہیں ان کا جانشین بنا دیا؟ ہے کوئی اللہ کے ساتھ دوسرا جس نے تمہیں پیدا کیا ہو، اگلوں کا جانشین بنایا ہو یا تمہارا جانشین بنائے گا؟ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ کیا کوئی ہے اللہ کے ساتھ جس کی عبادت کی جائے؟ ہرگز نہیں۔ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔ باتیں بڑی سیدھی سیدھی ہیں لیکن میری مخلوق میں بڑے قلیل، بڑے تھوڑے لوگ ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں، باقی جانوروں کی طرح پیٹ بھر کر اور مذہب کی خانہ پُری کر کے دنیا سے گزر جاتے ہیں۔

فرمایا: اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿63﴾ زمین کی تاریکیوں میں کون تمہاری راہنمائی کرتا ہے۔ آج تو تم نے ایسے کمپیوٹر بنا لیے اور ایسی سیٹلائٹس (Satellities) بنا لیں کہ یہاں بیٹھ کے پوری دنیا کا کونہ کونہ دیکھ لیتے ہو۔ یہ علوم کس نے عطا کیے، یہ تمہیں دماغ کس نے دیا جس سے تم نے یہ چیزیں بنا لیں؟ یہ اجزاء جنہیں جوڑ کر تم چیزیں بناتے ہو، کس نے پیدا کیے؟ تم تو مخلوق چیزوں کو جو پیدا ہو چکی ہیں انہیں جوڑ کر کمپیوٹر بھی بناتے ہو، گاڑی بھی بناتے ہو، کوئی چیز تم پیدا نہیں کرتے، پیدا شدہ چیزوں کو جوڑتے ہو تو یہ کس نے پیدا کی ہیں، تمہیں شعور کس نے دیا؟ جہاز بنا لیتے ہو تو کوئی حیوان کیوں نہیں بنا لیتے؟ وہ بے چارے تو غذا بھی مکس (Mix) کر کے نہیں کھا سکتے، جانور تو کھانا بھی نہیں بنا سکتے جیسی غذا زمین پر ہے یا درختوں پہ ہے یا پھل کھانے والے ہیں یا گھاس کھانے والے ہیں جو کچھ ہے وہ کھاتے ہیں اور تم ہو کہ پندرہ چیزیں ملا کر ایک سالن بناتے ہو اور پچاس چیزیں ملا کر ایک قسم کا کھانا بناتے ہو، بیس تیس اشیاء ملا کر کئی قسم کا بناتے ہو۔ ایک جنس گندم سے کتنی چیزیں بناتے ہو، ایک قسم کے چاول سے کتنے کھانے بناتے ہو اور ایک قسم کی چیز سے کتنی طرز کے کھانے بناتے ہو تو یہ تمہاری راہنمائی کس نے کی؟ زمین کی تاریکیوں میں اور سمندر میں جب اندھیری راتوں میں طوفان آتے ہیں کون تمہاری راہنمائی کرتا ہے؟ کس نے تمہیں شعور دیا کہ مشینیں بنا لو، کس نے آسمان پہ ستارے چمکائے؟ کہ انہیں دیکھ کر بھی تم راستے کا تعین کر لیتے ہو۔ کس نے ہر شے کی منزل مقرر کی۔

وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا ۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ط۔ اور جب وہ رحمت کرنا چاہتا ہے، لوگ پیاس سے مر رہے ہوتے ہیں، زمین گرمی سے جل رہی ہوتی ہے، وہ اپنی رحمت کی بارش بھیجتا ہے، اس سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے ہوائیں بھیج دیتا ہے، ہوا چلتی ہے تو ہر کوئی حتیٰ کہ جانور تک خوش ہو جاتے ہیں کہ آج بارش آئے گی۔ انسان معلوم کر لیتا ہے کہ آج ہوا ادھر کی آئی ہے اس میں خنکی بھی ہے نمی بھی ہے بارش آئے گی۔ یہ ہوا کون چلاتا ہے، کس نے پیدا کی، کس کے حکم سے چلی ہے، کون اسے کہتا ہے کہ جا خوشخبری دے؟ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ کوئی اللہ کے ساتھ دوسرا

ہے جو یہ سارا نظام چلاتا ہے؟ پھر تو وہ عبادت کا بھی حق دار ہے اور اگر کوئی بھی نہیں تو پھر اللہ کے سوا کسی کی عبادت بھی نہیں ہو سکتی۔ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۔لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ کی ذات اس سے بہت وراء الوراء ہے ہر طرح کے شرک سے اُس کی ذات بہت بلند ہے اور وراء الوراء ہے۔ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ کون مخلوق کو پیدا کرتا ہے يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ عدم سے وجود دیتا ہے، نئے سرے سے پیدا کرتا ہے ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر اُسے کئی بار لوٹاتا ہے۔ بے شمار درختوں پر پتے ہیں اس نے عدم سے پیدا کیے نہ درخت تھے نہ پتے تھے، نہ مادہ تھا نہ کسی شے کا وجود تھا مخلوق کو عدم سے پیدا کیا، اب ان کو کتنی دفعہ لوٹا رہا ہے، خزاں آتی ہے، ہر پتا گر جاتا ہے، گل سڑ کے مٹی بن جاتا ہے، بہار آتی ہے اسی مٹی سے وہی اجزاء جمع ہو کر، ہر پتا جو پہلے گرا تھا، اس کا تجزیہ کر لیں جو نیا نکلا تھا اس کا تجزیہ کر لیں وہی اجزاء اُس میں ہیں وہی اس میں۔ پھر ایک ایک جز کو مٹی سے نکال کر اس درخت پر لگا دیتا ہے کون ہے؟ کوئی اور ہے تو اسے کہو کر کے دکھائے۔ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ کس نے مخلوق کو عدم سے پیدا فرمایا؟ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر اُسے لوٹاتا رہتا ہے، نسل آدم مسلسل چل رہی ہے، جانوروں کی نسلیں مسلسل چل رہی ہیں، مر رہے ہیں، پیدا ہو رہے ہیں، درختوں کے پتے، گھاس پھوس ہر چیز فنا ہو رہی ہے۔ پھر ایجاد ہو رہی ہے، فنا ہو رہی ہے پھر بن رہی ہے اور کوئی لمحہ کائنات کا خالی نہیں کہ جہاں موت حیات کا عمل جاری نہ ہو۔ کبھی نہیں رُکتا، مسلسل جاری ہے۔ مخلوق جا بھی رہی ہے آ بھی رہی ہے۔ ایک لمحے میں کتنی مخلوق جاتی ہے وہ خود جانے، کتنی مخلوق آتی ہے وہ خود ہی جانے۔ کون ہے وہ جو اس نظام کو چلا رہا ہے؟

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اچھا ایک اور پہلو دیکھو وہ کون ہے؟ جس نے تمہاری روزی کو زمین اور آسمان دونوں میں خلط ملط کر دیا۔ آسمانوں سے رحمت کی بارشیں برستی ہیں، زمین سے روئیدگی ہو جاتی ہے، پانی تمہارا رزق ہے کھانا بھی تمہارا رزق، اب کتنی طرح کے کھانے اس نے بنا دیئے۔ آپ ذرا انار لے کر، اسے کھول کر اس کے دانے نکال لیں اور پھر کسی کاریگر سے کہیں کہ انہیں اسی طرح چن کر انار بند کر دے۔ نکلے تو سارے اُسی سے ہیں ناں۔ اس ترتیب سے کس نے جوڑے ہیں کہ اس میں بند ہو گئے اب بندہ سارا زور لگا لے وہ دانے اس انار کے چھلکے میں نہیں آتے۔ کس نے مٹھائیاں چھلکوں میں بند کر دیں؟ اب کیلے کو دیکھو لگتا ہے بنا بنایا حلوہ کسی نے اُس میں بند کر دیا ہے، کہاں سے آیا کس نے اس میں مٹھاس ڈالی، اس میں وہ نرمی رکھی کس نے اس میں وہ ذائقہ رکھ دیا، کس نے اس میں خوشبو رکھ دی۔ انار میں ٹھنڈک رکھ دی، آم میں گرمی رکھ دی۔ اب کس نے آم کو بنایا، کس نے اس میں وہ شیرینی رکھ دی، اس میں ایک گٹھلی ہے، اس کے گرد اگرد شہد بھرا ہوا ہے اور اوپر چھلکا چڑھا ہوا ہے، کس نے بھر دیا کون کاریگر تھا؟ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ زمینوں، آسمانوں سے پانی برسا کر زمین کے اجزاء ملا کر کیسی کیسی خوبصورت چیزیں پیدا کیں۔ کتنے کتنے خوبصورت درخت، جھاڑیاں، کتنے خوبصورت پھل پھول ہر شے تمہارا رزق ہے۔ یار تم گھاس بھی استعمال کر لیتے ہو، تمہارے جانور گھاس چرتے ہیں تم انہیں کا گوشت کھاتے ہو، انہی کا دودھ پیتے ہو، گھاس بھی آخر تمہاری خوراک میں ڈھل گیا۔ غلہ تم کھا لیتے ہو، بھوسا تمہارے جانور کھاتے ہیں پھر تم جانوروں کا دودھ بھی پی لیتے ہو، گوشت بھی کھاتے ہو پھر بھی وہ تمہاری غذا بن گیا بھئی اپنے مراحل سے چیزوں کو گزار کر، انہیں خوبصورت شکلیں، خوبصورت ذائقہ، خوبصورت خوشبوئیں دے کر کون بناتا ہے تمہارے لیے؟

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ہے کوئی دوسرا معبود اللہ کے ساتھ؟ اگر اللہ کی اس کاریگری میں کوئی شریک ہے تو اُسے اللہ کے ساتھ عبادت کروانے کا بھی حق حاصل ہے۔ جب کوئی نہیں یہ سارا کام اس وحدہٗ لاشریک کا ہے پھر عبادت بھی اُسی وحدہٗ لاشریک کی ہوگی۔ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یہ جو تم بت پوجتے ہو اور اللہ کے شریک بناتے ہو اگر تم دعوے میں سچے ہو تو اس پر کوئی دلیل لاؤ۔ اللہ نے تو کتنی دلیلیں قرآن میں عطا فرمائیں اپنے وحدہٗ

لاشریک ہونے کی، تم کسی اور کو اس کا شریک بناتے ہو تو اس طرح کی کوئی دلیل پیش کرو، مخلوق میں سے، کائنات میں سے اس کی ذات میں سے، کوئی دلیل عقلی لاؤ، دلیل نقلی لاؤ۔

قُل لَّا يَعۡلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ٱلۡغَيۡبَ إِلَّا ٱللَّهُۚ وَمَا يَشۡعُرُونَ أَيَّانَ يُبۡعَثُونَ ○65

فرمایا یہ چیزیں علوم غیبیہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ''غیب'' کون سا علم ہے؟ غیب کی تعریف یہ ہے 'مَاغَابَ عَنِ الحواس'، جو چیز حواس سے بالاتر ہو، پوشیدہ ہو وہ غیب ہوتی ہے۔ انسان کے حواس خمسہ میں جو آجائے وہ غیب نہیں رہتا وہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کوئی اطلاع دے دے کوئی بتا دے، حکیم نبض پہ ہاتھ رکھتا ہے، اُسے نبض کے آثار بتا دیتے ہیں کہ اس بندے کا جگر خراب ہے۔ یہ علم غیب حکیم کے لیے نہ رہا کیونکہ اُسے ایک ذریعہ سے پتا چل گیا، حواس سے پتا چلا، جو چیزیں حواس سے بالاتر ہیں وہ غیب ہیں۔ غیب صرف خاصہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہے کہ وہ ہر وقت غیب کو اس طرح جانتا ہے کہ اس کا علم حضوری ہے، ہر چیز اس کے سامنے حاضر ہے تو وہ چیزوں کو ترتیب دیتا رہتا ہے۔ اب جس کو پتا ہی نہیں کہ یہاں جو ذرہ استعمال ہونا ہے وہ کہاں ہے اور یہاں جو قطرہ پانی استعمال ہونا ہے وہ ہے کہاں؟ اور کیا یہاں پانی کا قطرہ استعمال ہوگا یا مٹی کا کوئی ذرہ ہوگا یا مادے کی کوئی صورت؟ جب یہ بھی نہیں پتا تو مخلوق بنائے گا کون؟

یہاں اس موضوع پہ ہم طبقوں میں بھی بٹ چکے ہیں اور فرقے بھی بن گئے ہیں اور روز ہماری لڑائیاں بھی ہوتی ہیں حالانکہ یہ بڑا سادہ سا موضوع ہے۔ بڑی سادہ سی بات ہے مادی وجود کے بارے معلومات، اللہ مادی علوم سے عطا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر، طبیب، سائنسدان بے پناہ جانتے ہیں جو ہم نہیں جانتے، عام آدمی نہیں جانتا۔ بندہ خود بیمار ہے، اُسے تکلیف ہے، اُسے پتا ہے تکلیف ہے، کیوں تکلیف ہے؟ یہ وجہ ڈاکٹر، طبیب جان سکتا ہے وہ جو خود بیمار ہے اُسے کچھ پتا نہیں۔ وہ ڈاکٹر معائنہ کر کے دیکھ لیتا ہے یا ٹیسٹ کر کے دیکھ لیتا ہے یا طبیب نبض پہ ہاتھ رکھ کر دیکھ لیتا ہے تو کیا یہ علم غیب ہے؟ نہیں حواس کی رسائی میں ہے۔ یہ غیب نہیں ہے لیکن اسی انسان کے وجود کے سیل کی غذا کہاں سے آرہی ہے، کس غذا سے کون سا سیل (Cell) بنا، کتنے سیل سلامت ہیں، کتنے گزر چکے ہیں، کون پیدا ہو رہے ہیں، کون مر رہا ہے؟ یہ خود انسان کو نہیں پتا تو غیب کیسے ہوگیا؟ اللہ کو تو پتا ہے ہر سیل وہ خود بنا رہا ہے تو بن رہا ہے۔ اسی طرح، جس طرح دنیاوی علوم، مادی علوم، مادے کو سمجھنے والوں کو عطا فرماتا ہے۔ انبیاء کے علوم مادے کو بھی محیط ہوتے ہیں اور روح کو بھی۔ وہ دونوں شعبوں کے معلم ہوتے ہیں اور اللہ کریم نے انہیں خود اپنی بارگاہ سے علوم عطا فرمائے اور ہر نبیؑ کی جتنی ذمہ داری، جتنا اس کا دائرہ نبوت تھا اس کے بارے جتنی معلومات روحانی چاہییں یا مادی چاہییں انسان کو وہ ساری اللہ نبیؑ کے پاس ہوتی تھیں لیکن وہ علم غیب نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کریم کا دیا ہوا علم تھا۔ اللہ کریم نے قرآن میں اُسے فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُطۡلِعَكُمۡ عَلَى ٱلۡغَيۡبِ

(آل عمران 179:) تم میں سے ہر کس و ناکس کو غیب پر مطلع نہیں کرتا۔ اپنے خاص بندوں کو چن لیتا ہے ان کے پاس جو امور غیبیہ آتے ہیں وہ لِيُطۡلِعَكُمۡ وہ اطلاع عن الغیب بن جاتی ہے۔ وہ علم غیب نہیں رہتا، وہ اطلاع عن الغیب بن جاتی ہے۔ بے شمار مغیبات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے طفیل انسان تک پہنچے۔ روح کی خبر، روح کا علم، روح کی ضروریات بلکہ ساری روحانی زندگی کی معلومات سرے سے بغیر انبیاء کے، بغیر وحی کے کوئی بتا ہی نہیں سکتا۔ یہ سارا غیب تو نبیوں نے مخلوق تک پہنچایا۔ بدن کے بارے میں بھی جو معلومات انبیاء نے دی ہیں کوئی سائنسدان وہاں تک نہیں پہنچ سکا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان تین انگلیوں اور انگوٹھے کو ملا کر اس سے لقمہ سالن میں ڈبو کر کھایا کرو اور انگلیوں کو کپڑے سے صاف کرنے یا دھونے سے پہلے چوس لیا کرو۔ یہ بات آپ ﷺ نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے فرمائی۔ آج سائنسدان کہتا ہے کہ اگر چھری کانٹے کے بجائے ہاتھ سے لقمہ کھایا جائے اور جو سالن یا کھانے کی باقیات انگلی کے ساتھ رہ جائے اسے چوس لیا جائے تو کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ وہ سالن اور روٹی لگنے سے ان انگلیوں کے مساموں سے ایسا مواد نکلتا ہے کہ اگر چوس لیا جائے تو وہ ہضم ہوتا ہے وہ دوا

بن جاتا ہے۔کھانا ہضم ہوجاتا ہے ساڑھے چودہ سو سال تجربات کے بعد سائنس اُس جگہ پہنچی جو حضور ﷺ نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بتادیا کہ یہ کرو دو اس سے صحت ٹھیک رہتی ہے۔آج کہتے ہیں کہ ہم مشین لگاتے ہیں تو پتا کر لیتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کیا ہے، بیٹا ہے یا بیٹی ہے۔کونسی مشین تھی جب نبی کریم ﷺ نے بتایا اور قرآن میں نازل ہوا کہ منی سے خون کی پھٹکی بنتی ہے اس سے گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے پھر اس سے ہڈی پیدا ہوتی ہے پھر اس پر کھال چڑھائی جاتی ہے پھر اس کے اعضاء بنتے ہیں پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔کیا آج کی سائنس کی تحقیق نے کوئی نئی چیز دریافت کی؟انسانی مادی علوم نے کوئی اس میں تبدیلی دریافت کی؟ کسی نے کہا کہ قرآن نے غلط کہا تھا؟کون سی مشین تھی اس وقت؟ وہ علوم غیبیہ تھے جو اللہ نے نبی علیہ السلام کو عطا فرمائے۔مادے کے بارے بھی اور روح کے بارے بھی پھر نبی ﷺ نے پوری اُمت کو ان سے نوازا اور عطا فرمایا لیکن یہ علم غیب نہیں یہ اطلاع علی الغیب ہے۔وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ۔تم وہ لوگ نہیں ہو کہ ہر کسی کو اللہ غیب پر مطلع کردے۔وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران 179 :)اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب فرمالیتا ہے اپنے نبیوں کو غیب کا علم دیتا ہے، اتنا غیب کا علم دیتا ہے جتنا انہیں چاہیے،ان کی شانِ نبوت کے شان کے مطابق۔اب حضور ﷺ بعثت سے لے کر قیامت تک نبی ہیں۔ہر زمانے کے لیے نبی ہیں، نبوت آج بھی آپ ﷺ کی ہے تو آج بھی بدن اور روح کی ساری معلومات کی صداقت کی ضمانت یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے تو قیامت تک کے سوالوں کے جواب حضور ﷺ کو عطا فرما دیئے گئے۔حضور ﷺ نے مخلوق کو بخشے، بہت بڑا خزانہ ہے غیب کا لیکن علم غیب نہیں ہے، اطلاع عن الغیب ہے، اللہ نے عطا فرمائے اللہ کو کوئی دیتا نہیں ہے اس کی ذات کا وصف ہے کہ ہر غیب کو جانتا ہے۔علم غیب خاصہ خداوندی ہے، اطلاع عن الغیب روح اور بدن دونوں کی اطلاع انبیاء کو دیتا ہے، صلحاء کو دیتا ہے، اولیاء کو دیتا ہے۔بدن کے مادی علوم اطباء کو دیتا ہے، ڈاکٹروں کو دیتا ہے، چیزوں کے خواص اور اُن کی ضرورتیں سائنسدانوں کو عطا کردیتا ہے اور مشین بنانے کا علم مستریوں کو عطا کر دیتا ہے۔یہ سب اسی کی طرف سے ہیں لیکن کسی کے پاس غیب نہیں ہے اطلاع عن الغیب ہے تو فرمایا۔قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ اے میرے حبیب ﷺ! علی الاعلان سب کو بتادیجئے ارض و سماء میں انسان، جن، فرشتہ کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ایک بات! میں سوال کر دوں، کسی فرشتے سے پوچھ لو کب قیامت ہوگی؟ وقت تاریخ بتاؤ؟ کسی کو نہیں پتا۔کسی نبی، رسول کو اللہ نے یہ نہیں بتایا کہ وہ قیامت کی تاریخ اور اس کا موقع اور اس کا لمحہ بتادیں۔کوئی نہیں جانتا، پوری مخلوق میں کوئی نہیں جانتا کہ کب اُٹھ کر کھڑا ہونا پڑے گا اور کب قیامت قائم ہوگی؟ اسی ایک بات کو لے کر فرمایا ساری مخلوق کا جائزہ لے لو وہ صرف وحدہٗ لاشریک جانتا ہے۔بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ یہ لوگ جو دین پر اعتراض کرنے والے، آپ ﷺ کی نبوت پر اعتراض کرنے والے، یہ عموی قرآنی علوم پر اعتراض کرنے والے ان کو تو آخرت کا ادراک ہی نہیں ہے۔ایک چیز کا بندے کو کچھ ادراک تو ہو! ایک راستہ ہے، ہمیں پتا ہوتا ہے کہ اس راستے پر ڈاکے پڑتے ہیں تو کچھ ادراک تو ہوتا ہے ہم اپنی کوئی بندوق ساتھ لے لیتے ہیں، کوئی بندہ ساتھ لے لیتے ہیں، کوئی حفاظت کا سامان کر لیتے ہیں، مجبوراً وہاں سے گزرنا ہو تو اہتمام تو کرتے ہیں۔ادراک تو ہوتا ہے کہ یہ بھی ہوسکتا ہے۔اب جسے پتا ہی نہیں وہ تو منہ اُٹھا کر چل پڑے گا۔فرمایا: آخرت کے بارے ان کے ادراک ہی ختم ہو گئے ہیں۔یہ اسی دنیا میں مگن ہیں۔ کھانا پینا ہے، بچے پیدا کرنا ہے، مر جانا ہے بس یہی ذمہ داری ہے۔انہیں آخرت کا ادراک ہی نہیں ہے۔بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بلکہ ان کے دلوں میں تو شکوک ہیں کہ پتا نہیں ایسا ہوگا؟ مر جائیں کہ مٹی ہو جائیں گے۔ہم سے پہلے کتنے لوگ مر گئے صدیاں بیت گئیں کوئی نہیں اُٹھ کر زندہ ہوا، ہم کہاں ہوں گے؟ یہ تو اس میں مبتلا ہیں اور یہ شک اور عدم علم انہیں اندھا بنائے ہوئے ہے۔بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ آخرت، عدم علم بھی آجائے وہاں دو طرح سے نقصان ہوتا ہے۔ایک حقائق سے بے خبر رہتے ہیں، دوسرا حق کی چھوٹی سے چھوٹی بات پر بھی انہیں شک رہتا ہے۔جب تشکیک آگئی، شبہ آگیا

کہ یہ سچی ہے کہ نہیں ہے تو آدمی اس طرف سے غافل ہو جاتا ہے اور ایسے ہو جاتا ہے کہ اس طرف سے آنکھ ہی بند کر لی، اندھا ہو گیا۔ تو فرمایا: یہ نامراد آخرت سے تو اندھے ہو چکے ہیں۔ اب دیکھو قرآن اندھا کہہ رہا ہے لیکن کیا سارے کافر اندھے تھے؟ سبھی آنکھیں تھیں، نظر تھی، دنیا کے سارے کام کرتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے جس نے حق کو نہیں دیکھا اس کی آنکھوں میں بینائی کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ بینائی حق کو پانے کے لیے تھی اس نے جانوروں کی طرح صرف خوراک حاصل کرنے کے لیے استعمال کی۔ اس نے آنکھ استعمال ہی نہیں کی لہٰذا وہ اندھا رہا۔ اسی طرح قرآن کریم لوگوں کو بہرہ کہتا ہے، باتیں تو ساری سنتے تھے جب حق نہیں سنا حق نہیں سمجھا تو قوتِ سماعت کو تو استعمال ہی نہ کر سکے، بہرے ہی رہے۔ اسی طرح قرآن کسی جگہ کافروں کو مردہ کہتا ہے۔ کہتا ہے میرے نبی (ﷺ) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ کیا نبی کریم ﷺ قبرستانوں میں جا کر وعظ کہتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ آپ ﷺ تو زندہ لوگوں سے بات کرتے تھے لیکن جن کے دل میں نہیں اُترتا تھا اللہ فرماتے ہیں یہ مردے ہیں۔ ان کی روحیں مر چکی ہیں اور چلتی پھرتی قبریں ہیں۔ ان میں وہ حیات نہیں ہے جو روح کو زندہ رکھتی ہے۔ یہ بدن کی حیات تو ہر جاندار میں ہے، جانوروں میں بھی ہے، پرندوں میں بھی ہے۔ یہ دریائی جانوروں میں بھی ہے، یہ حیات انسانی نہیں ہے، انسانی حیات یہ ہے جس میں بھوک کا بھی ادراک ہو، اللہ کی عظمت کا بھی ادراک ہو، اپنے جینے مرنے اور اس کے حقائق اور مابعد الموت کی کیفیات کا ادراک ہو پھر تو حیات ہے۔ اگر یہ ساری باتیں نہیں ہیں تو پھر یہ مُردوں کی طرح ہیں۔ یہاں فرمادیا یہ اندھے ہیں حالانکہ بظاہر نظر تو ان کی تھی لیکن جو حق کو نہیں پہچان سکا اس کی نظر کا ہونا نہ ہونا کیا فائدہ؟ جس نے عمر باطل میں ضائع کر دی، شرک و کفر میں عمر ضائع کر دی، اللہ کی عظمت کو نہ پہچان سکا، اپنی حقیقت نہ جان سکا، اپنے آنے والے سفر سے واقف نہ ہو سکا، اپنے کردار کو نہ سنبھال سکا تو اس کی آنکھیں ہوئیں تو کیا؟ نہ ہوتیں تو کیا ہوتا؟ وہ تو اندھا ہی ہے۔ اللہ کریم توفیق دے کہ ہم حواس خمسہ کو بھی، اعضاء و جوارح کو بھی اور قلبی ادراک کو بھی اللہ کی راہ پر اس کے نام پر استعمال کر سکیں۔ بدن کو زندہ رکھنے کے لیے غذا اور دوا ضروری ہے۔ اسی طرح روح کی غذا قلب کا ذاکر ہونا ہے، حکم الٰہی ہے۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّكَ اللہ کے ذاتی نام کی تکرار کرو، کتنی کریں؟ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (سورۃ المزمل 8) اتنی کرو کہ صرف اللہ کے نام کا خیال رہ جائے، کائنات محو ہو جائے۔ جس طرح پانی، کھانا، دوا بدن کی سلامتی اور حیات کی ضامن ہے، ذکر قلبی، روح کی حیات، غذا اور دوا کی ضمانت۔ تو جو لوگ اس سے محروم رہتے ہیں قرآن کریم کبھی انہیں اندھا کہتا ہے، کبھی بہرہ کہتا ہے، کبھی مردہ کہتا ہے۔ اللہ کریم ہمیں شعور بھی عطا فرمائے، توفیق عمل عطا فرمائے۔ اپنے نیک اور مقبول بندوں کے ساتھ زندہ رکھے، انہی لوگوں کے ساتھ موت دے اور اپنے انہی لوگوں کے ساتھ حشر فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ○

دعائے مغفرت

۱۔ گوجرانوالہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد اشرف۔

۲۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد ندیم انجم کے والدِ محترم۔

۳۔ واہ کینٹ، راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد طلعت کی اہلیہ محترمہ۔

۴۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ندیم بشیر کی والدہ محترمہ۔

۵۔ بہاولپور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حسن محمد کی والدہ محترمہ۔

۶۔ اوچ شریف، بہاولپور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد رفیق بگا۔

۷۔ گجرات سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی ولایت حسین کی اہلیہ محترمہ۔

۸۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ عبدالقدوس کی اہلیہ محترمہ۔

وفات پا گئے ہیں۔ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

شیخ المکرمؒ کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

24 مئی 2015ء

رات کے ذکر کے بعد میں ای میلز دیکھتا ہوں۔30 سے 70ای میلز پڑھنے اور جواب طلب ای میلز کا مختصر جواب لکھنے میں سوا،ڈیڑھ گھنٹا لگ جاتا ہے۔حالانکہ میں مختصر ترین جواب دیتا ہوں،ایک سوال رات ای میل میں تھا۔اُس کا جواب میں نے دو سطروں میں دیا ہے لیکن سوال ایسا ہے کہ میں نے چاہا کہ اس کی صحیح وضاحت کر دی جائے شاید سوال کرنے والے تک بھی پہنچ ہی جائے۔

سوال: میں نے ہندوؤں کی کتابیں پڑھیں ہیں اور انہوں نے بھی روح کے منازل اور روح کی کیفیات لکھی ہیں۔سوال یہ تھا کہ کیا ہندو کی روح بھی اس طرح سفر کرتی ہے؟

جواب: میں نے اُنہیں لکھا ہے کہ آپ نے سلسلے کی کتابیں نہیں پڑھیں اور آپ ہندوؤں کی کتابیں پڑھنے لگ گئے ہیں۔پہلا سوال تو یہ ہے کہ اس موضوع پر ہندوؤں کو کیوں پڑھا جائے؟ میرے علم میں ایسے مسلمان بھی ہیں جنہوں نے باقاعدہ ہندوؤں سے تصوف سیکھا ہے اور وہ اُس پر فخر کر کے بتاتے ہیں کہ میں نے ہندوؤں سے حاصل کیا ہے۔ہندوؤں کے پاس کیا تصوف ہے اور مسلمان ہندوؤں سے کیا سیکھتے ہیں؟

جہاں تک روح اور روحانی منازل کا تعلق ہے تو روح میں حیات پیدا ہوتی ہے نورِ ایمان سے۔ابھی غالباً اسی جمعہ کے بیان میں قرآن کریم کی تفسیر میں یہ بات گزری ہے کہ کافر کو اللہ کریم نے مردہ کہا ہے۔وہ چلتا پھرتا ہے،کھاتا پیتا ہے،بات کرتا ہے،سنتا ہے،دنیا کے سارے کام کرتا ہے تو مردہ کیسے ہے؟ اس لیے مردہ ہے کیونکہ اُس کی روح مردہ ہے اس میں نورِ ایمان نہیں ہے۔کافر کی روح میں جب حیات ہی نہیں ہے تو پھر وہ منازل کیا طے کرے گی اور جائے گی کہاں اور آئے گی کہاں؟ ایک بات! دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کریم کا ارشاد عالی ہے۔

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ (الاعراف:40)

''کافروں کے لیے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جاتے''۔

مرنے کے بعد تو روحیں بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کے لیے لے جائی جاتی ہیں لیکن کافر کی روح اُس وقت وہاں نہیں جا سکتی،اُسے نیچے پھینک دیا جاتا ہے،برزخ میں بھی نیچے ہی جاتی ہے سجین میں جاتی ہے۔اسفل السافلین میں جاتی ہے۔عالم بالا میں آسمان سے بالا نہیں جا سکتی۔

مسلمان صوفیاء نے متقدمین سے لے کر آج تک بے پناہ کتابیں لکھیں۔میرا جہاں تک اندازہ ہے اڑھائی تین سو تک تو اس موضوع پر کتابیں ہماری لائبریری میں بھی موجود ہیں اور پانچ سو سے زائد کتابیں معلومات میں بھی ہیں۔پھر مسلمان اس موضوع پر یہ ساری کتابیں کیوں نہیں پڑھتے؟ ہندوؤں کو کیوں پڑھتے ہیں؟ جتنی کتابیں صوفیاء نے تصوف کے موضوع پر لکھی ہیں ان کا جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بندہ بندہ ہے،بندے کا مطلب غلام ہوتا ہے۔غلام کا کام اطاعت کرنا ہے،حکم منوانا نہیں کسی بھی صوفی کی کتاب اُٹھا کر دیکھیں اور جو واقعی صوفی ہیں، جنہوں نے ہندوؤں سے سیکھا ہے میں اُن کی بات نہیں کر رہا،میں اُن کی بات کر رہا ہوں جنہیں واقعی اللہ نے یہ نعمت بخشی ہے تو اُن ساری کتب کو پڑھنے کے بعد سمجھ میں یہی آتا ہے کہ تم کچھ نہیں ہو جو کچھ ہے اللہ ہی ہے۔یہ جو ہندوؤں کی کتابیں پڑھتے ہیں

یا اُن سے تصوف سیکھنے جاتے ہیں، ان میں شوق ہوتا ہے خدا بننے کا۔ زبانی نہیں کہتے، مانتے بھی نہیں لیکن یہ پوچھا جائے کہ کیوں کرتے ہو تو کہتے ہیں اس لیے کہ جو میں چاہوں وہ ہو جائے۔ تو یہ وصف تو اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ارادہ ان کا یہ ہوتا ہے یہ کتابیں پڑھیں یا اس طرح کے عملیات کریں پھر دنیا میں ایسا ہوتا رہے جیسا میں چاہوں۔ تو زبانی اقرار نہ بھی کریں تو یہ منصب تو اللہ جل شانہ کا ہے، بندہ تو خدا نہیں بن سکتا۔ لوگوں کے دل میں یہ ہوتا ہے کہ کوئی ایسے وظیفے کوئی ایسے چلے، کوئی ایسی محنت مل جائے۔

یہاں میرے پاس بھی بہت سے آتے ہیں، چلے کرتے ہیں، پھر دماغ خراب ہو جاتا ہے، پاگل ہو جاتے ہیں پھر علاج کیلئے ہمارے پاس آجاتے ہیں تو ہر انسان میں تخلیقی طور پر ایک انانیت کا عنصر ہے کہ میں بہت اچھا ہوں، میں سب سے بہتر ہوں، انسان اُس کا شکار ہو جاتا ہے۔ اُسے مغلوب کرنا پڑتا ہے۔ یہ اُس کا شکار ہو کر ایسے چلے، ایسے وظیفے کی تلاش میں رہتا ہے کہ جو میں چاہوں وہ ہو جائے۔ اکثر مسلمانوں میں بھی اور نام نہاد پیروں میں بھی چلّوں، وظیفوں کا رواج اس لیے ہے کہ یہ وظیفہ کرنے سے آپ جو چاہیں وہ ہو جائے گا۔ یہ تو سرے سے خیالی بات ہے، ہوگا وہ جو اللہ چاہے گا۔ مشکل ہے تو اللہ سے دعا کرو، وظیفہ پڑھنا ہے تو درود شریف پڑھو، تسبیحات پڑھو لیکن اللہ کی رضا کے لیے پڑھو۔ قرآن کریم کی بعض سورتوں کے فضائل ہیں لیکن کسی سورت کی فضیلت میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ جو تم چاہو گے دنیا میں وہ ہوگا۔ ایسا کہیں نہیں ہے۔ ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا تو پڑھنا بھی آخرت کے لیے، دائمی زندگی سنوارنے کے لیے اور اس دنیا میں اپنے کردار کی اصلاح کے لیے چاہیے باقی جو دنیا میں ہوتا ہے وہ قادرِ مطلق خود کرتا ہے اور ہوتا ہے۔ وہ رب العالمین جس نے ایک انسانی وجود میں دس کھرب سیل پیدا کیے ہیں اور وہ اُنہیں چلاتا اور مارتا رہتا ہے اور اُن سے اُن کے بدن کا نظام درست رکھتا ہے وہ کتنا باریک بین ہے۔ انسان کو تو خود اپنی خبر نہیں وہ چاہے گا تو وہ کیا ہوگا۔ جو وظیفے کر کے بزرگ بنے ہوتے ہیں ان کے پیٹ میں درد ہو تو وہ بھی ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔ پیٹ تمہارا ہے تو کسی وظیفے سے درست کر لو۔ نہیں، اُس سے تو نہیں ہوتا پھر سمجھ آجاتی ہے کہ محتاج ہے۔ تو یہ خدائی کا شوق بندے کو مروا دیتا ہے، بندہ خدا نہیں بن سکتا۔

جہاں تک کافر کی بات ہے، نبی ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ ہر پیدا ہونے والے انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔ وہ شیطان زندگی بھر اُس کے ساتھ رہتا ہے اور کیوں کہ شیاطین کی عمریں ہزاروں سال ہوتی ہیں بندہ ساٹھ ستر سال کی عمر میں گزر جاتا ہے تو اُس کے مرنے کے بعد جہاں اُس کی خاک ہو وہ وہاں بیٹھا رہتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا اس کی شکل بھی ہو بہو اسی انسان جیسی ہوتی ہے، لباس بھی ویسا ہی ہوتا ہے اور اُس کی زندگی بھر کے چھوٹے بڑے واقعے سے واقف ہوتا ہے، آواز بھی اُسی بندے جیسی ہوتی ہے۔ آج کل تو مغرب میں بھی یہ عام ہے کہ ایک بندے کو (Medium) بنا لیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ فلاں کی روح کو بلاؤ۔ کچھ دو سال پہلے یا کئی سال پہلے میں پڑھ رہا تھا کہ ہٹلر (Hitler) کی روح کو بلاؤ وہ روحیں حاضر بھی ہو جاتی ہیں۔ دراصل وہ روحیں نہیں ہوتیں وہ یہی شیطان ہوتا ہے جو اُس کے ساتھ عمر بھر رہا اُس کی آواز بھی اُس سے مشابہہ ہوتی ہے، حالات بھی سب سے واقف ہوتا ہے اور یہ وہی شیطان ہوتا ہے کیونکہ روح مرنے کے بعد برزخ میں دو حالتوں میں سے ایک حالت میں ہوتی ہے یا اہل جنت میں سے یا اہل جہنم میں سے جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اَلْقَبر روضة من رياض الجنة او حفرة من حفر النار ۔ "کہ" قبر یا جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے"۔ اب جو روح جنت میں ہے یا جنت کے باغیچے میں ہے اگر دنیا کے لوگ واپس پکڑ کر کھینچ کر لا سکیں تو پھر جنت تو مذاق بن گئی، جنت سے پکڑ کر اُسے کھینچ کر کیسے لے آئیں گے؟ ممکن نہیں۔ اور جو دوزخ میں گرفتار ہے اُسے چھین کر کون لائے گا؟ یہاں دنیا کے حوالات سے تو آپ کسی کو لا نہیں سکتے تو دوزخ سے کیسے لے آئیں گے؟ تو روحیں کسی کے چلے سے یا کسی کے عمل سے واپس نہیں آتیں بلکہ وہ شیطان ہوتا

ہے کیونکہ اُس کی آواز بھی ویسی ہوتی ہے، وہ اُس کے حالات سے بھی واقف ہوتا ہے، کوئی بات کرو تو وہ اُسی طرح بتاتا ہے جس طرح وہ بندہ خود تھا۔ مغرب میں تو یہ رواج ہے اور آج کل تو یہ بہت عام ہو گیا ہے۔ اُن کے ٹی پروگرام میں نے امریکہ یورپ میں رہتے ہوئے دیکھے ہیں تو لوگ پیسے دے کر پوچھ رہے ہوتے ہیں، عورتیں کہتی ہیں کہ میرے میاں کی روح کو بلاؤ۔ میاں کی روح آ گئی۔ اُن کی اس طرح کی باتیں ہو رہی ہوتی ہیں کہ وہ بیمہ پالیسی تم نے کہاں رکھی تھی، وہ فلاں پیسے کدھر کر کے گئے ہو تو وہ شیطان ہوتا ہے۔

ایک شیطان تو وہ ہے جس کی اطلاع نبی کریم ﷺ نے دی بلکہ حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی پیدا ہوا، فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی لیکن آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے ساتھ پیدا ہوا وہ مسلمان ہو گیا اُس نے توبہ کر لی، اُس نے کلمہ پڑھ لیا تو یہ معیتِ نبوت کا اعجاز ہے کہ اگر ساتھ لگا تو شیطان بھی مسلمان ہو گیا۔ خشک لکڑی کا ستون ساتھ لگا تو اُس میں لطیف ترین جذباتِ محبت پیدا ہو گئے۔ جو اکثر انسانوں کو بھی نصیب نہیں ہوتے وہ اُس خشک لکڑی میں آ گئے تو یہ تو ساتھ جڑنے کی فضیلت ہے، یہ نبی کریم ﷺ کی برکات ہیں کہ پھر قرآن کریم میں اللہ کریم کا ارشاد ہے کہ جب بندہ کفر پر ہی ڈٹ جاتا ہے یا اُس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں تو ہم اُس پر ایک اور شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ پھر ہمیشہ ان سے چمٹا رہتا ہے جسے قرآن نے قرین کہا ہے، شیطان قرین۔ ایک شیطان پہلے ساتھ تھا ایک بطور سزا اللہ نے جو مسلط کیا وہ بھی بڑا برا ہو گا تو یہ دو تو حتمی ہو گئے۔ بندہ تو ایک ہے شیطان اُس کے ساتھ دو لگ گئے۔ شاید کفر اور گناہ میں جوں جوں آتا ہے تو اور بھی لگتے جاتے ہوں گے کچھ اپنے آپ آ جاتے ہوں گے تو یہ ایک لشکرِ شیطان کا ضرور ہندوؤں اور کافروں کے ساتھ ہوتا ہے جو اُنہیں مختلف صورتوں میں نظر آتا رہتا ہے۔ ہندو محنت مجاہدہ کرتے ہیں، جب یہ بھوک پیاس کاٹتے ہیں، چلّے کاٹتے ہیں، بھوکے رہتے ہیں، کم سوتے ہیں تو اُس سے دل کی چربی پگھل جاتی ہے اور انہیں کچھ نہ کچھ نظر آنے لگ جاتا ہے لیکن کافر کا کشف کیا ہوتا ہے۔ اُس پر عالم بالا کے دروازے نہیں کھلتے۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ ۔ (الاعراف:40) آسمانوں کے دروازے نہیں کھلتے اُس کا کشف بھی یہی ہوتا ہے کہ اپنی جگہ بیٹھ کر دوسرے شہر یا ملک کے احوال دیکھ لے۔ لاہور میں کھیلا جانے والا میچ یہاں دیکھ رہے ہیں، ہو سکتا ہے کسی کو کشف ہوتا ہو اور وہ کشف میں دیکھ لے کہ وہاں میچ ہو رہا ہے۔ یعنی جو چیزیں مادی آلات سے دیکھی جا سکتی ہیں وہ کافر بھی اگر اُسے کشف ہو تو وہ دیکھ سکتا ہے۔ ممکن ہے اتنی تفصیل (Detail) سے نہ دیکھ سکتا ہو لیکن دیکھ سکتا ہے۔ افریقی قبائل میں اب بھی ایک قبیلہ ہے جو روزانہ تنہائی میں بیٹھ کر دل میں خیال کر کے مجاہدہ کرتے ہیں، سارا قبیلہ ہی کرتا ہے۔ اُن میں سے کوئی شخص کہیں دُور جائے تو وہ اپنے گھر والوں سے وقت متعین کر جاتا ہے کہ فلاں وقت میں دل پر توجہ کروں گا تم بھی کرنا تو وہ آپس میں باتیں کر لیتے ہیں۔ وہ اپنا حال بتا دیتا ہے یہ اُس سے حالات پوچھ لیتے ہیں۔ اِس راز کے کھلنے کے بعد Russia اس پر بڑی محنت کر رہا ہے کہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ ہمارا جو جاسوسی نظام ہے اُن کو اس کی تربیت دی جائے اور ان میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو بغیر کسی آلے کے قلبی طور پر ایک دوسرے سے باتیں معلوم کر لیں اور (Discuss) کر لیں باتیں ایک دوسرے کو بتا دیں تو یہ بڑی عجیب بات ہو گی۔ پتہ نہیں وہ کہاں تک پہنچے یہ میرے علم میں نہیں ہے۔

ایک مرتبہ ایک ہندو جوگی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور بڑا باکمال تھا۔ حضرت جیؒ بتایا کرتے تھے کہ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم کشف حاصل کرنے کے لیے کیا کرتے ہو؟ اُس نے کہا کہ جی ہم بہت کم کھاتے ہیں، بہت کم سوتے ہیں، ایک حال میں بیٹھے رہتے ہیں اور دل پر توجہ کر کے ہم یہ کرتے رہتے ہیں۔ ہوں توں، ہوں توں، ہوں توں۔ ارتکازِ توجہ کے لیے اس طرح کرتے رہتے ہیں تو جب اُس پر توجہ کامل ہو جاتی ہے تو ہمیں کچھ نہ کچھ نظر آنے لگ جاتا ہے اور بہت کمال حاصل ہو تو پھر کچھ چیزیں حاضر ہوتی ہیں اور وہ ہمارا حکم بھی مانتی ہیں بلکہ ایک بہت بگڑی سے چیز آ جاتی ہے اور ہم اُسے

اگر کہیں کہ مجھے یہاں سے لاہور پہنچا دو تو ہم لاہور بیٹھے ہوتے ہیں۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے اُس سے پوچھا، ایک بات بتاؤ کہ یہ جو چیز تمہیں نظر آتی ہے یا یہ جو مختلف چیزیں نظر آتی ہیں اُن سے تمہیں اُنس پیدا ہوتا ہے یا ڈر لگتا ہے۔ جب انہیں دیکھتے ہو تو کیا اُن سے محبت پیدا ہوتی ہے اُنس پیدا ہوتا ہے اُن کے ساتھ رہنے کو دل کرتا ہے یا اُن سے ڈرتے ہو تو اُس نے کہا کہ ڈر لگتا ہے۔ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے وہ شیطان ہے چونکہ ازلی دشمن ہے اور صرف مسلمان کا نہیں انسان کا دشمن ہے، انسان تو تم بھی ہو تو ڈر تو دشمن سے لگتا ہے یہی اس بات کی دلیل ہے کہ تمہیں جو کشف میں نظر آتا ہے وہ ہستی شیطان ہی ہوتی ہے۔ چھوٹا شیطان ہو، بڑا ہو، الف، ب، جیم کوئی بھی ہو، ہوتا شیطان ہی ہے۔ تو یہ جو ہندو روحانی منازل کہتے ہیں یہ انہیں شیطان نظر آتا ہے ان کی روح کی صورت میں نظر آئے اور منازل اس کے اسفل السافلین ہی ہیں، عالم بالا میں نہیں ہیں تو یہیں انہیں گھماتا پھراتا رہتا ہے۔

ایک دفعہ اتفاق ہوا ہمارے ساتھ ایک ساتھی ہوا کرتا تھا ذکر بھی کرتا تھا، تھوڑے بہت مشاہدات بھی تھے تو ایک مصنوعی اور نقلی پیر صاحب بھی تھے وہ بھی ذکر کراتے تھے اور لوگوں کو فنافی الرسول بھی کراتے تھے۔ جس طرح اس ساتھی نے ای میل پر سوال کیا اور جس ساتھی کی میں بات کر رہا ہوں وہ بھی اس طرح ہی کا تھا۔ اُسے بھی کہیں خیال آیا اور پھر اُن سے کہیں ملا، سنا یا سمجھا کہ کس طرح فنافی الرسول ہوتا ہے، یہ ہوتا ہے، وہ ہوتا ہے۔ تو یہاں میرے پاس آیا شام کا ذکر ہوا، اُس نے غالباً میرے دفتر میں ہی بیٹھ کر ذکر کیا، ذکر کیا تو کہتا ہے کہ میرے ساتھ عجیب واقعہ ہوا۔ کیا ہوا ہے؟ اُس نے کہا کہ جی جب فنافی الرسول میں آپ نے کہا، سارے ساتھی ادھر متوجہ ہوئے تو میں جہاں پہنچا وہاں بڑے مردار پڑے تھے اور طرح طرح کے کتے تھے جو جھپٹ جھپٹ کر مردار کھا رہے تھے اور ایک تماشا بنا ہوا تھا اور بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا کہ تم نے کچھ کیا ہے کسی کے پاس گئے ہو۔ ہاں جی! میں نے اُن سے پوچھا تھا وہ بھی فنافی الرسول کراتے ہیں تو میں نے کہا کہ گدھے اُنہیں جو شیطان لیے پھرتا ہے اور مختلف صورتیں بنا کر دیکھتا ہے اور اُنہیں فنافی الرسول بھی بنا دیتا ہے کیونکہ شیطان نبی کریم ﷺ کی صورت نہیں بن سکتا مگر کوئی اور صورت بنا کر دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نبی ہوں تو وہ مختلف شکلیں بنا کر انہیں دکھا دیتا ہے۔ یہ تو تمہاری قسمت اچھی تھی کہ میرے ساتھ بیٹھ کر تم نے مراقبہ کیا تو تمہیں اُس کی حقیقت نظر آگئی۔ ایک عرب شاعر کا شعر ہے: اِذا کان الغرابا دلیل قوم سادیہم الی دارلکلابی۔ اگر کوا کسی کا رہنما ہوگا تو وہیں لے کر جائے گا جہاں کتے مردار کھا رہے ہوں گے۔ کوے کی منزل بھی وہی ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہ وہ برکات ہیں جو تم وہاں سے لے آئے ہو یہ تمہاری خوش قسمتی اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس کی حقیقت تم پر واضح ہوگئی تو جو مسلمان نقالی کرتے ہیں اُن کے منازل اس طرح ہوتے ہیں تو ہندو کے کیا ہوں گے؟ مسلمان کو غیر ضروری طور پر بھوکا رہنے کی ضرورت نہیں اور بغیر بھوک کے کھانا ویسے صحت کے لیے مضر ہے۔ فرائض پورے کرنے کے بعد بے شک ڈٹ کر سوئیں، سونا بھی سنت ہے۔ بعض حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم ساری رات عبادت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے منع فرما دیا کہ تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، اسے اس کی ضرورت کی غذا بھی دو، اسے اس کی ضرورت کا آرام بھی دو، مجاہدہ بھی کرو، آرام بھی کرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کھاتا بھی ہوں، میں جاگتا بھی ہوں، میں سوتا بھی ہوں۔ تو ہندو، یہ مجاہدے اور مشقتیں اس لیے کرتے ہیں کہ کوئی کمال حاصل ہو جائے اور پھر ہم دنیا پر خدائی کریں اور دنیا میں وہ ہو جو ہم چاہتے ہیں اور وہ ہوتا نہیں اور جو ہندوؤں سے سیکھنے اور ہندوؤں کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے جاتے ہیں ان میں بھی شوقِ خدائی سمایا ہوتا ہے ان کے ذہن میں بھی ذوقِ خدائی ہوتا ہے۔ خدا بن نہیں سکتے، بننے کے شوق میں تباہ ہو جاتے ہیں۔ پھر بڑی عجیب بات ہے کہ ایک بندہ شفاف دریا پر بیٹھا ہوا ہے اور گندے نالے کی طرف بھاگ رہا ہو کہ پانی اس میں بھی ہے میں یہیں سے پیاس بجھا لوں گا۔ سلسلہ عالیہ کے ہوتے ہوئے پھر ہندوؤں کے لٹریچر کی طرف جانا بھی ایسا ہی

ہے کہ آپ ایک شفاف دریا کو چھوڑ کر گندے نالے پر پیاس بجھانے چلے جائیں کہ پانی تو اس میں بھی ہے۔ شاید میری یہ باتیں اس ساتھی تک پہنچ جائیں لیکن میری یہ باتیں ہندوؤں کے لٹریچر میں تو چھپیں گی نہیں اور اپنا وہ پڑھتا نہیں۔ کسی اور کے دل میں بھی خیال ہو تو اُسے اطلاع تو ہو جائے۔ سمجھ تو آجائے کہ کافر کی روح میں بنیادی طور پر حیات ہی نہیں ہے، ایک بات۔ نورِ ایمان سے حیات پیدا ہوتی ہے پھر اتباعِ رسالت مآب ﷺ سے اور اعمال و کردار سے اُس میں قوت کار آتی ہے۔ ایمان ہے، نہ کردار ہے تو مردے کون سی منازل طے کریں گے۔ ہندوؤں کا یہ موضوع ہی نہیں بلکہ ہندو اُسے یوگ کہتے ہیں آپ اُسے تصوف کہتے ہیں وہ سارا یہ ہے کہ چلے کشیاں کر کے ہم دنیا کا کنٹرول حاصل کرلیں اور جو ہم چاہیں وہ ہو۔ یہ خیال ہی باطل ہے، ایسا ہونا ممکن ہی نہیں نہ ایسا ہو سکتا ہے نہ دنیا کے نظام کو انسان مکمل طور پر سمجھ سکتا ہے نہ جان سکتا ہے۔ انسانی معلومات سے، انسانی علم سے یہ وریٰ الوریٰ ہے۔ اگر سائنس گرتی پڑتی صدیوں بعد اس مقام پر پہنچی ہے کہ اُسے سمجھ آئی ہے کہ ایک وجود میں دس کھرب سیل ہیں تو کیا وہ یہ بتا سکتی ہے کہ کون سا سیل اس وقت صحت مند ہے اور کون سا بیمار ہے، کون سا مر رہا ہے اور اُس کی جگہ کون سا پیدا ہو گیا؟ یہ سوال ابھی باقی ہیں بہت دُور ہیں تو ایک وجود میں اگر اتنی وسیع کائنات ہے تو دنیا میں کتنے وجود چل پھر رہے ہیں۔ پھر یہ سیل تو حیوانات میں بھی ہوں گے یہ تو جمادات میں بھی ہوں گے، نباتات میں بھی ہوں گے تو ان کو Manage کرنا، ترتیب دینا، ان کو اپنے کام پر لگانا، کسی کو کمزور کسی کو صحت مند، کسی کو بیمار کرنا یہ اتنی باریک بینی کون کرے گا۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

یہ اُسی کی شان ہے اور اُسی کو زیبا ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہاں کہاں کیا کیا، کب کب، کیسے کیسے، ہو رہا ہے۔ یہ تو طے ہے کہ کافر کی روح میں حیات ہی نہیں تو مقامات کیا حاصل کرے گی۔ نورِ ایمان سے حیات پیدا ہوتی ہے، اتباعِ رسالت سے اُس کی صحت درست ہوتی ہے، توانائی آتی ہے اور برکاتِ نبوت سے اُسے مراقبات نصیب ہوتے ہیں۔ زندہ ہونا صحت مند ہونا بھی کافی نہیں ہے کہ جو زندہ ہے وہ منازل طے کرلے، نہیں، اُس کے لیے پھر برکاتِ نبوت شرط ہیں اور وہ سینہ بہ سینہ چلتی ہیں اور یہ تین شرطیں جہاں پوری ہوں وہاں جا کر مراقبہ یا مقامات کا تصور ہو سکتا ہے۔ بہرحال زندگی ہر ایک کی اپنی ہے اللہ نے اُسے اختیار دیا ہے لیکن یہ یاد رکھیں کہ ایک وقت تک اختیار ہے پھر اس کا محاسبہ بھی ہوگا۔ تو مطالعہ کرنا ہے تو اسلام کا دامن ان موتیوں سے بھرا ہوا ہے۔ بنیادی طور پر جو شخص ہے ہی کافر اب اُس کے پاس بھلائی کیا ہوگی؟ کیسی عجیب بات ہے کہ آپ گندے نالے سے آبِ حیات تلاش کرتے ہیں، کافر سے آپ تصوف سیکھتے ہیں، کمال ہے۔ اللہ کریم معاف فرمائے اور ہدایت عطا فرمائے۔ یہ تو ای میل تھی۔ اللہ کرے جواب کافی ہو جائے بہرحال مجھے بتانا یہ تھا کہ کافر سے یہ ممکن نہیں ہے اور اس کے لیے تین شرائط ہیں نورِ ایمان، اتباعِ رسالت اور برکاتِ نبوت۔

> حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تصوف وسلوک محض شجرہ خوانی، ٹوپی اوڑھنے، خرقہ پہننے، لمبی تسبیح ہاتھ میں رکھنے، عرس منانے، قوالی سننے، وجد و تواجد اور ناچنے کودنے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کے حصول کے لیے دوسری شرطیں ہیں، جن میں سرِفہرست اتباعِ شریعت ہے جس کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ توحید کا عقیدہ دل میں راسخ ہو اور اتباعِ سنت نبوی ﷺ اس کامل درجہ کا ہو کہ اس میں بدعت کو مطلق دخل نہ ہو۔ شرک و بدعت کی ہوا بھی مانع فیض ہے، اس پر قصہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ شاہد ہے۔ پورے خلوص سے ذکر الٰہی کی کثرت اور مجاہدہ و ریاضت۔ ان شرائط کے ساتھ منازل سلوک دس بیس سال میں طے ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا منظور ہو تصوف تعلق مع اللہ اور اخذ حقائق کا نام ہے اور اس کا حصول ایسے اخلاص مع اللہ پر منحصر ہے جس میں مخلوق سے کسی قسم کی امید کی آمیزش نہ ہو۔
>
> دلائل السلوک از حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ذکرِ خفی قلبی

تحریر و تقریر
مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ترتیب
مولانا محمود خالد صاحب، بہاولپور

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ. (الاعراف 7:205)

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں یاد کریں۔ عاجزی اور خوف سے اور اونچی آواز کے بغیر صبح و شام (ہمہ وقت) اور (کبھی) بھولنے والوں میں شامل نہ ہوں۔

(سورۃ کے) آخر میں ذکر الٰہی کی تاکید اور طریقہ ارشاد ہوتا ہے کہ تمام مسلمانوں سے فرما دیجیے اللہ کریم کا ذکر کیا کریں۔ قرآن کی تلاوت کریں، تسبیحات پڑھیں یا ذکر قلبی حاصل کریں تو سب ہی اس میں داخل ہوں گے چونکہ تلاوت اور ذکر کے آداب ایک جیسے ہیں نیز یہاں مفتی محمد شفیعؒ صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے جمہور کے نزدیک مطلق ذکر اللہ مراد ہے۔ سب سے بہترین صورت یہ ارشاد ہوئی کہ اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کیا کر نہایت عجز سے اور اس کی عظمت کے پیش نظر اپنی بے بسی کو دیکھ کر ڈرتے لرزتے ہوئے یا پھر اگر پکار کر کرنا چاہے تو نہایت دھیمی آواز سے یعنی چیخ چیخ کر یا لاؤڈ اسپیکر پہ نہ کرے۔

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں یاد کر۔ اللہ اللہ اللہ، دل ہی دل میں اللہ کا ذکر کرو۔ اللہ کی یاد کو اپنے دل میں بسا لو اس کا ذکر کرو اور کرتے رہو اپنے دل کو اس کی یاد سے اس کے نام سے آباد کرلو۔ اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل کے اندر، اس لیے کہ صرف دل ہے جو شکم مادر سے دھڑکنا شروع کرتا ہے اور قبر کے کنارے تک دھڑکتا رہتا ہے۔

تَضَرُّعًا نہایت عاجزی سے، بڑی انکساری سے اس کی عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی کم حیثیتی کا اندازہ کرتے ہوئے یہ احساس رہے کہ میں جس کا نام لے رہا ہوں وہ کتنا عظیم ہے، کتنی بڑی کارگہہ حیات کا خالق و مالک ہے، ازلی و ابدی ہے۔ میں ایک عارضی مخلوق ہوں، میرے پاس وقتی لمحاتی زندگی ہے۔ عاجز و محتاج ہوں، اس کی عظمت کو سامنے رکھ کر نہایت تضرع سے، نہایت عاجزی سے۔ میں جس کا نام لے رہا ہوں وہ رب العالمین ہے اور میں اس کی مخلوق میں سے ایک ادنیٰ سا فرد ہوں، جس کی مخلوق میں شمار نہیں کرسکتا وہ جانے اور اس کی مخلوق جانے۔ ان لشکروں کا جو اس نے پیدا فرمائے ہیں، میں ایک ادنیٰ فرد ہوں۔

خِيْفَةً ڈرتے ڈرتے اس کی عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے، ہیبت الٰہی کو تصور میں لاتے ہوئے اس کی ناراضگی سے ڈرتے (ہوئے) وہ ایسی ہستی ہے کہ اسے ناراض نہیں کرنا چاہیے ایسا کچھ نہ ہوجائے جس سے وہ مجھ سے خفا ہوجائے نیز اس بات سے ڈرتے ہوئے کہ میں خطا کار ہوں، میں گناہگار ہوں، مجھ میں ہزار خامیاں ہیں، یہ پاک نام ہے، اس کی کیفیات پاک ہیں، اس پر جو انوار و برکات آتے ہیں اس کی ذات کے ہیں، اس بات سے بھی ڈرو کہ میری کسی خطا

اس مضمون کو مرتب کرنے میں مندرجہ ذیل کتب و رسائل سے مدد لی گئی ہے۔

اسرار التنزیل، اکرم التفاسیر، طبیب دل تلاش کر، نقوشِ حق جلد اول، ماہنامہ المرشد مئی 2000ء، ماہنامہ المرشد مارچ 2008ء

کی وجہ سے یہ نعمت چھن جائے۔ڈرتے ڈرتے (ذکر الٰہی) کرو۔اس لیے کہ ہزاروں خطائیں ہوتی ہیں لیکن اللہ کریم معاف فرمائے ورنہ خطا کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اس کی زد نفلی عبادت پہ پڑتی ہے اگر گناہ کیا جائے اور اللہ معاف فرما دیں تو عبادات میں کمی نہیں آتی لیکن اگر اس پہ گرفت آئے تو سب سے پہلی زد جو پڑتی ہے وہ نفلی عبادات پر پڑتی ہے،اذکار پہ پڑتی ہے،اللہ کی یاد پر پڑتی ہے،یہ چیزیں چھوٹ جاتی ہیں اور اس بات سے ڈرنا چاہیے اگر توبہ کرے اللہ معاف فرما دے تو یہ چیزیں بحال ہو جاتی ہیں ورنہ نفل کے بعد سنت کی باری آجاتی ہے اور پھر سنتیں چھوٹنا شروع ہو جاتی ہیں اگر اس سے بھی بات بڑھ جائے تو پھر فرائض تک بات جا پہنچتی ہے اور پھر فرائض چھوٹنے لگ جاتے ہیں۔اللہ توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ معاف کر دے لیکن اگر معاف نہ ہو تو پھر ایمان پہ زد پڑتی ہے اور دیکھتے نہیں آپ کہ لوگ اچھے بھلے شریف اور مسلمان اور نیک گھروں میں پیدا ہوتے ہیں اور پھر ان کے عقائد تباہ ہو جاتے ہیں،گمراہ ہو جاتے ہیں اور ایمان پہ قائم نہیں رہ سکتے، کتنے فرقے بن گئے گھر گھر میں، محلے محلے میں یہ نتیجہ اس برائی اور بدکرداری اور اس گناہ کا ہے جس کی ہم بخشش مانگ نہ سکے۔جو معاف نہ کیا گیا جس پر سزا مرتب ہوئی۔فرمایا،اللہ کو یاد کرو، ایک تو عجز اور نیاز مندی کے ساتھ اور دوسرا اس ڈر سے بھی کہ میں خطا کار ہوں۔رب کریم کہیں مجھ سے میری یہ نعمت چھین نہ لے۔

ہمیں بہت سا خیال ہوتا ہے کہ جی ذکر کرنے والا ہوں،مجھے کشف ہو جائے، مشاہدہ ہو جائے،میرے مقامات کتنے ہیں،میرے مراقبات کتنے ہیں،لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ سب سے بڑا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ ذکر کرنے کی توفیق رہے۔یہ سب سے بڑا مقام ہے باقی سارے مقاموں کی بنیاد اس پر ہے، ذکر قائم رہے گا تو کوئی مقام بنے گا، ذکر قائم رہنا اور ذکر کی توفیق رہنا یہ اللہ کا بہت بڑا انعام ہے تو خود اس نعمت کا احساس کرنا چاہیے کہ اس نے مجھے اپنی یاد کی توفیق دے دی۔میرے دل کو،میرے سینے کو،میری زبان کو اپنے ذکر سے تر کر دیا۔

دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بغیر آواز نکالے، بغیر آواز بلند کیے، زبان بند ہو، خاموشی ہو، اس میں آواز نہیں آنی چاہیے اور اونچی آواز کے بغیر یعنی جہر نہیں ہونا چاہیے خفی ہونا چاہیے۔

ذکر خفی:

اس سے مراد قلبی ذکر ہے جس میں زبان شامل ہو یا نہ ہو،کوئی فرق نہیں پڑتا اور یہ اس تزکیہ کے طفیل نصیب ہوتا ہے جو آپ ﷺ کے فرائض نبوت میں سے ہے کہ محض آپ ﷺ کی مجلس عالی میں حاضر ہونے والا مومن بیک نگاہ شرف صحابیت سے مشرف ہو جاتا اور صحابہؓ کا یہ شان خود قرآن میں بیان ہوا ہے کہ ان کے وجود کھال سے لے کر دل تک ذاکر ہو گئے تھے اور یہی دولت صحابہؓ کی مجالس میں تابعینؒ کو نصیب ہوئی پھر نسلاً بعد نسلاً یہ کیفیات قلبی اہل اللہ سے سینہ بسینہ منتقل ہو کر خلق خدا کے دلوں کو سیراب کرتی رہیں جب دل ذاکر ہو جاتا ہے تو پھر کوئی لمحہ ذکر سے غافل نہیں رہتا، آدمی کام کر رہا ہو یا آرام، سفر ہو یا حضر، دل کی ہر دھڑکن کئی کئی بار اللہ کا نام پکارتی ہے اور اسی سے حقیقی تفکر نصیب ہوتا ہے جسے مراقبہ بھی کہا جاتا ہے کہ گردن نیچی کر کے کیفیات میں کھو جانے کو مراقبہ کا نام دیا گیا ہے۔یہ بہت عظیم نعمت ہے اور جب یہ نصیب ہو تو عبادات اور اعمال کی لذات کو یہاں بھی محسوس کیا جا سکتا ہے نیز گناہ کی کراہت بھی متشکل نظر آسکتی ہے۔

ذکر جہر:

دوسرا طریقہ ذکر جہر ہے جسے ذکر لسانی بھی کہتے ہیں اور جو زبان سے کیا جاتا ہے۔تلاوت ہو یا مختلف تسبیحات یا اسم ذات کا ذکر ا سے زبانی کرنا بھی درست ہے مگر یہ ضروری ہے کہ دھیمی آواز سے دُوْنَ الْجَهْرِ یعنی شور کے بغیر کیا جائے جس سے خود کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ نصیب ہو اور کسی بھی دوسرے آدمی کی عبادات، آرام یا نیند میں خلل نہ آئے اور لوگوں کو سنا کر ریا کا مرتکب نہ ہوا جائے اس میں نمائش نہ ہو، لوگوں کو دکھلانے کے لیے نہ ہو، دکھلاوا نہ ہو، لوگوں کو بتلانے کے لیے نہ ہو، کھپ ڈالنے کی بھی ضرورت نہیں، آواز بلند کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ نہایت خاموشی اور پست آواز کے ساتھ۔

ذکر کی صورتیں یاد رکھئے ذکر کی کئی صورتیں ہیں:

ذکر لسانی:

زبان سے جو ذکر کیا جاتا ہے وہ بھی ذکر الٰہی ہے۔ زبان سے اللہ کو یاد کرنا ذکر لسانی کہلاتا ہے۔ تلاوت، تسبیح، وعظ و نصیحت، تعلیم کتاب وسنت، سچ کہنا، نیکی کی باتیں کرنا، یہ سب ذکر لسانی کی صورتیں ہیں۔ درود شریف پڑھنا اعلیٰ ترین ذکر لسانی ہے لیکن زبان ہمہ وقت ذکر نہیں کرسکتی اسے اور بھی بہت سے کام ہیں، بہت سی باتیں کرنا ہوتی ہیں۔ ذکر لسانی سارا دن بھی کیا جائے تو جب بھی نیند آئے گی یا کسی اور کام کے لیے زبان استعمال ہوگی تو ذکر منقطع ہو جائے گا۔

یاد رہے مختلف سلاسل میں ذکر لسانی کرایا ضرور جاتا ہے مگر صرف مبتدی کو اور متوجہ کرنے کے لیے۔ آخر کار اسے بھی ذکر قلبی اور خفی سکھایا جاتا ہے لہٰذا ذکر کے دونوں طریقے (ذکر خفی، ذکر جہری (لسانی) اپنے آداب کے ساتھ درست اور جائز ہیں۔

عملی ذکر:

عملاً جو کام شریعت کے مطابق کیا جاتا ہے وہ عملی ذکر ہے۔ کاروبار میں دیانتداری کرنا، امورِ دنیا شریعت کے مطابق انجام دینا عملی ذکر ہے لیکن شاید پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم سارے کام شریعت کے مطابق نہیں کرتے۔ ہم سے بہت سی نافرمانیاں ہو جاتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا فرشتہ صفت انسان ہو جو ہر قدم شریعت کے مطابق اٹھائے ہر بات شریعت کے مطابق کرے تو جب وہ سو جائے گا تو کام ختم ہو جائیں گے پھر تو ذکر چھوٹ گیا، غفلت آگئی اس لیے اللہ کریم زور دے رہے ہیں کہ اللہ کو اپنے دل میں یاد کرو۔

فائدہ ذکر قلبی:

جب قلب ذاکر ہو جاتا ہے تو بندہ سو جائے وہ دھڑک رہا ہے، بندہ کام کر رہا ہے، وہ دھڑک رہا ہے، بندہ بے ہوش ہو گیا وہ دھڑک رہا ہے۔ اگر اس نے دھڑکنا بند کر دیا تو زندگی کی شمع بند ہو جائے گی۔ جب تک سانس کی ڈوری چل رہی ہے وہ دھڑک رہا ہے اب اگر اس کو اللہ اللہ پہ لگا دیا جائے اور وہ اللہ اللہ پہ لگ جائے تو پھر اس سے بڑی بات کیا ہے کسی شخص کے پاس کسی کو ذکر قلبی اور لطائف بھی نصیب ہو جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بڑا ہی بیوقوف ہے کہ اس سے بڑی کسی کرامت کا مطالبہ کرے۔ یہ بجائے خود اتنی بڑی کرامت ہے کہ کسی کے پاس بیٹھ کر آپ کے ہر سیل کو ذکر الٰہی نصیب ہو جائے اور ایک لمحے میں ایک ہزار کھرب دفعہ 'اللہ ھو' بدن سے نکلے تو پھر وہ چلتا پھرتا ایک اللہ کے نام کا روشن ستارہ بن جاتا ہے۔

ذکر کتنی دیر کیا جائے اور کس وقت کیا جائے؟

بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ "صبح وشام"۔ کتنی دفعہ یاد کروں بار الٰہ! ہزار مرتبہ، پانچ ہزار مرتبہ، ایک لاکھ مرتبہ؟ فرمایا نہیں، رات دن، ہر وقت، ہر لمحہ۔ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ صبح شام، ہمہ وقت۔

ذکر رات دن مسلسل کیا جائے، ہر وقت ہر لمحے کیا جائے۔ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ سے بھی یہی مراد ہے۔ ہمہ وقت صبح، شام، رات دن ہر لمحے۔ یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ صبح اور شام دو وقت اللہ کا ذکر ضرور کیا جائے اور اس کا اہتمام کیا جائے مگر حقیقی معنی یہ ہوگا کہ صبح شام بول کر رات دن اور ہر وقت مراد لیا جائے۔ جب عربی میں بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ آتا تو جس طرح انگریزی میں Round the clock ایک لفظ ہے اس سے مراد ہوتا ہے ہر وقت، یہاں بھی بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ سے مراد ہے کہ ہر لمحہ، ہر آن، ہر حال میں ہر جگہ اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر حال میں اور ہر آن ذکر کیا کرتے تھے نیز جب ذکر قلبی ہوگا تو پھر اس میں وقفہ آنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا وہ تو رات دن سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، ہر حال میں جاری رہے گا۔ اسی لیے ذکر لسا' اور جہری سے حصول ذکر قلبی ہی مراد ہوتا ہے۔

پھر دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ۔ (الکھف 24:18) "اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے پروردگار کا ذکر کیجئے"۔

جب یاد آجائے اللہ اللہ کرنا شروع کر دو۔ کسی کام میں لگ

گئے، کسی بات میں لگ گئے، بات بھول گئی، جب یاد آئے، اللہ کا ذکر شروع کر دو، اور فرمایا: وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ" اور غافلوں میں شامل مت ہونا۔" ذکر میں غفلت نہ کی جائے، غفلت کی کوئی معیاد نہیں بتائی کہ دو دن غافل نہ رہنا، ایک دن غافل نہ رہنا، ایک سال غافل نہ رہنا، مطلق غفلت سے منع فرمایا کہ کبھی غافل مت ہونا اور یہ جو مطلق غفلت ہے، یہ ایک لمحے کی بھی ہو سکتی ہے، چند منٹوں کی بھی ہو سکتی ہے، فرمایا: یہ غفلت تیرے حق میں صحیح نہیں ہے۔

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور غفلت سے بچو، اپنے آپ کو غافلوں میں شمار مت کرو۔ ذکر میں غفلت نہ آنے پائے، غفلت تو برسوں کی بھی ہوتی ہے اور غفلت لمحوں کی بھی ہوتی ہے۔ نتائج دونوں کے خطرناک ہوتے ہیں۔

خواہم کہ خار از پاکشم   محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل بودم   صد سالہ راہم دور شد

"میں رکا کہ پاؤں سے کانٹا نکال دوں اتنی دیر میں محبوب کی سواری آنکھوں سے اوجھل ہوگئی، ایک لمحے کی غفلت نے مجھے صدیوں پیچھے پھینک دیا۔" میں محبوب سے دُور ہوگیا۔

میں ایک دن فتاویٰ مہریہ دیکھ رہا تھا پیر مہر علی شاہ کے کچھ فتوے اس میں جمع کر دیئے ہیں تو اس میں کسی شخص نے ذبح کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے اسے بتایا کہ تکبیر پڑھنے سے پہلے اگر جانور مر جائے تو وہ حلال نہیں ہے اس کا دم جو ہے وہ اللہ کے نام پر نکلنا چاہیے کہ جب آپ اللہ اکبر کہیں تب تک اس میں زندگی ہونی چاہیے۔ اس طرح کا مسئلہ تھا، مسئلہ تو بتا دیا وہ بندہ چلا گیا تو اہل مجلس سے فرمانے لگے کہ اگر جانور کا جو مکلف نہیں ہے اس کا دم اللہ کے نام کے بغیر نکل جائے تو وہ حرام ہے۔ انسان کے کتنے دم اس کے نام کے بغیر جاتے ہیں کیا وہ سارے مردار نہیں ہوں گے اس لیے صوفیوں نے کہا "جو دم غافل سو دم کافر" وہ تو اللہ کا نافرمان ہے وہ دم جو اللہ کے نام کے بغیر گیا۔ اس میں ناشکری کی گئی۔ اللہ کا شکر ادا نہیں کیا گیا۔ (ضروری ہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ ہو) اسی عمل کو صوفیاء پاس انفاس کہتے ہیں کہ ہر سانس کی نگرانی کی جائے اور کوئی سانس اس کریم کے نام سے خالی نہ جائے۔ اس کے بغیر نہ جائے ہر سانس میں اللہ کا نام رچا بسا ہو۔ ہمارے آج کے جو امراض ہیں جس میں مسلم اُمت گرفتار ہے، پورے روئے زمین پر ہم ذلیل ہو رہے ہیں، ان میں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے، یہ ایسا عجیب زمانہ آیا ہے کہ صرف یہ نہیں کہ لوگوں سے اللہ کا ذکر چھوٹ گیا بلکہ ذکر کی مخالفت کرتے ہیں جو اللہ اللہ کرتے ہیں انہیں بھی روکنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ کوئی کام ہے کرنے کا۔ جسے اُردو میں اپنا نام لکھنا نہیں آتا وہ کہتا ہے یہ قرآن سے ثابت نہیں ہے حالانکہ قرآن میں جتنے احکام ہیں ان میں سے جس حکم کو قرآن نے سب سے زیادہ بار دہرایا وہ اللہ کے ذکر کا حکم ہے اور فرمایا:

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ کوئی سانس غفلت کی نذر نہ کرو یہ تو بہتا ہوا دریا ہے۔ ایک قاعدہ ہے کہ اگر رمضان المبارک کے روزے قضا ہو جائیں تو پھر وہ دوسرا رمضان نصیب نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ تو خود فرض ہوتا ہے۔ رمضان کی قضا غیر رمضان ہی میں ہوگی، رمضان نصیب نہیں ہوتا، دریا کا پانی گزر جائے وہ جا چکا ہوتا ہے، وہ واپس نہیں آتا، زندگی کی جو سانس ہم لے چکتے ہیں وہ دوبارہ نہیں لی جائے گی جو خالی گئی وہ ہم کھو چکے، دوبارہ نہیں آئے گی لہٰذا اہل اللہ اور مشائخ کا طریقہ یہ ہے، جس کا نام انہوں نے رکھا ہے پاس انفاس۔ ہر دم کا ہر سانس کا محاسبہ کیا جائے، چوکیداری کی جائے، کوئی سانس اللہ کے نام کے بغیر نہ آئے جائے اور آدمی غفلت سے بچا رہے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے، بہت بڑا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ کسی کو رات دن پروردگار عالم کو یاد کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے۔ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور کسی بھی طرح غافلوں میں اپنے آپ کو شامل یا شمار نہ ہونے دو۔ ہر وقت، ہر لمحہ، ہر آن اپنے دل ہی دل میں اپنے پروردگار کی یاد کو زندہ رکھو۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرہ 286:)
اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

(جاری ہے)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث

ڈاکٹر ملک عدیل افتخار اعوان جہلم

الحمد للہ رب العلمین ○ والصلوۃ والسلام علیٰ حبیبہ محمد والہ واصحابہ اجمعین ○

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

"بلّغ انّی"

آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ عرفات کے میدان میں خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائے کہ "میرا پیغام پھیلا دو"

حضرت جی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ وہ ایسے عجیب لوگ تھے انھوں نے نہیں سوچا کہ کیسے پھیلائیں۔ بس جس کو جس طرف ممکن ہوا، چاہے سواری پر تھے یا پیدل، چل پڑے کہ مجھے یہ پیغام پھیلانا ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے پاس تعلیمات اور برکات نبوت ﷺ دونوں تھیں۔ انھوں نے نہیں سوچا کہ وسائل ہیں یا نہیں گھر بار، رشتہ دار، کاروبار غرض کسی چیز کی بھی پرواہ نہیں کی اور نکل پڑے آپ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کے لیے آج یہ وراثت تقریباً ساڑھے چودہ سو سال کی مسافت طے کر کے ہم تک آپہنچی ہے۔

نبی رحمت ﷺ کا ارشادِ عالی شان ہے کہ جس کے پاس میرا ایک جملہ بھی ہو اس پر لازم ہے کہ اس کو آگے پہنچائے۔

صوفی تو ویسے بھی بحمد اللہ تعلیمات نبوت کے ساتھ ساتھ برکات نبوت ﷺ کا بھی امین ہے، تو ذمہ داری دوگنی ہو جاتی ہے صوفی کی۔ ہم آج وسائل کی کمی اور دنیا داری کے جھمیلوں کا رونا روتے رہتے ہیں! کیا ہم اس امانت کا حق ادا کر رہے ہیں؟ کیا ہم اس وراثت کی منتقلی کے لیے کوشاں ہیں؟ ہم یہ تو کہتے بھی ہیں اور سنتے بھی ہیں کہ آج کل ظلمت کا دور دورا ہے لیکن یہ نہیں سوچتے کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

میرے بھائی جیسے اندھیرا اور ٹھنڈک بذات خود کچھ نہیں یہ روشنی اور حرارت کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے، روشنی آئے تو اندھیرا ختم ہو جاتا ہے ایسے ہی حرارت میں اضافہ ٹھنڈک کے خاتمے کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح جب نیکیاں کم ہو جاتی ہیں تو ظلمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اگر آج ہر طرف ظلمت ہے تو اسکا مطلب ہے کہ ہم وارثوں سے کوئی کوتاہی ضرور ہو رہی ہے۔

ظلمت کا مقابلہ نور سے کیا جا سکتا ہے اور نور صرف نیکیوں سے حاصل ہوتا ہے، اور نیکی کرنے کی طاقت ذکر الٰہی سے نصیب ہوگی۔ الحمد للہ ہمارے پاس تعلیمات بھی ہیں اور ہمارے شیخ کے وسیلے سے برکات بھی پہنچ رہی ہیں اور نیکی کرنے کی طاقت جو اللہ اللہ کرنے سے حاصل ہوتی ہے وہ بھی بطفیل شیخ مہیا ہے۔

تو میرے بھائی اس نعمت کو پہچانیئے اور اپنی ذمہ داری کا احساس کیجئے۔ بروز حشر ہر نعمت کا حساب دینا ہوگا، اور ذکر الٰہی کی نعمت جو ہمیں ملی ہے اسکا جواب بھی ضرور دینا ہوگا۔ اس لیے اس نعمت کو پھیلائیے اور وراثت نبی ﷺ کا حق ادا کیجیے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ○

مساعیٔ جمیلہ

الاخوات لاہور کا اجلاسِ عام

28 نومبر 2015ء

الاخوات لاہور ہر پل اسی عزم کے ساتھ متحرک ہے کہ ذکر اللہ کی روشنی سے ہر دل، ہر گھر کو منور کیا جائے۔ ہر گھر کا چلن خاتونِ خانہ کے کردار و عمل اور طرزِ فکر پر استوار ہوتا ہے کیونکہ گھر ہی نہیں، گھرانے کی باگ ڈور بھی اسی کے ہاتھ ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ معاشرے کے بناؤ اور بگاڑ کی ذمہ دار عورت ہی ہوتی ہے کیونکہ بحیثیت ماں، افراد اور قوم کی تربیت وہی کرتی ہے۔ چنانچہ الاخوات لاہور اپنی مساعیٔ جمیلہ میں بچیوں سے لے کر ماؤں اور نانیوں دادیوں تک، ہر دل میں شیخ المکرم مدظلہ کے عطا کردہ نسخہ کیمیا یعنی ذکر اللہ سے دردِ دل جگانے میں سرگرمِ عمل ہے۔ الاخوات لاہور کی جنرل باڈی میٹنگ، جس کا انعقاد ہفتہ اٹھائیس نومبر بمطابق پندرہ صفر المظفر 1437ھ کو ہوا۔ بلاشبہ ایک ایسی ہی روح پرور اور ایمان افروز محفل تھی جو خود الاخوات کو نئی روحانی قوت اور ولولہ دے گئی۔

لاہور کے گنجان آباد علاقے تاج پورہ کے السعود میرج ہال، میں منعقد ہونے والی اس روح پرور اور پُر وقار محفل میں ہر شعبۂ حیات سے متعلق خواتین نے شرکت کی جن کی تعداد تقریباً 600 سے زائد تھی۔ اس محفل میں جہاں گھروں کو پُرسکون رکھنے والی خانہ دار خواتین تھیں وہاں دوہری ذمہ داریاں پوری کرنے والی خواتین بھی تھیں۔ لیڈی ڈاکٹر، وکلا، ریٹائرڈ جج، پروفیسرز اور فلاحی اداروں میں خدمات انجام دینے والی خواتین بھی شریک ہوئیں۔ مہمانِ خصوصی محترمہ ثمینہ افتخار اعوان صاحبہ تھیں۔ جو الاخوات پاکستان کی صدر ہیں۔ آپ صقارہ کالج برائے خواتین کی پرنسپل ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کو مستقلاً صحبتِ شیخ اور خدمتِ شیخ کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ الاخوات لاہور کے پروگرام میں شرکت کے لیے خصوصی طور پر تشریف لائیں اور اپنے دردِ دل کو سہل اور خوبصورت پیرائے میں سامعین کے دلوں تک پہنچا دیا۔

ثمینہ اعوان صاحبہ نے اپنے بیان میں خود شناسی سے رب شناسی تک کا راستہ انتہائی دلکش انداز میں واضح کیا، فرمایا: انسان بدن اور روح کی سواری ہے، روح کا لباس ہے۔ وہ اسے پہنے بغیر عالمِ آب و گل میں اپنا کردار ادا نہیں کر سکتی۔ اسی طرح روح نکل جائے تو بدن بھی بے جان میت ہو جاتا ہے۔ روح تو ہوتی ہی باشعور ہے لیکن جب انسانی ذہن بلوغت کو پہنچتا ہے تو وہ بھی شعور کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ فیصلہ کرنے کے قابل ہوتا ہے کہ اسے کس راہ پر چلنا ہے۔ روح چونکہ اصل انسان ہے لہٰذا فیصلے وہی صادر کرتی ہے۔ روح بداعمالی اور بے راہ روی کا شکار اس وقت ہوتی ہے جب روح کا مرکز قلب بیمار ہو۔ یہ بداعمالی ہے کیا؟ اللہ رب العزت کی نافرمانی ہے۔ قرآن حکیم میں قلب کے بگاڑ کی بہت سی صورتیں بتائی گئی ہیں مثلاً بیمار دل، کجی والا دل، زنگ خوردہ دل اور مہر زدہ دل وغیرہ۔ انسان کا سلطان کیونکہ دل ہے اسی لیے شیطان بھی دل ہی میں وسوسے ڈالتا ہے۔ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ''جو وسوسے ڈالتا ہے انسانوں کے سینوں میں''۔ (الناس: 5) اور سینہ دل کا مقام ہے ہم عام طور پر کہہ دیتے ہیں ''فلاں کے دماغ میں فتور ہے'' حالانکہ فتور دل میں پیدا ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ ہر گناہ انسان کے دل پر ایک سیاہ دھبہ چھوڑتا ہے۔ گناہوں کا مسلسل ارتکاب دل کو بالکل سیاہ کر دیتا ہے۔ ایسے سیاہ، بیمار دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں ان میں حق شناسی اور قبولیت حق

کی استعداد باقی نہیں رہتی۔ انسان معرفت الٰہی کو، جو اس کا مقصد حیات ہے، نہیں پاسکتا۔ جب وہ اس ہستی کا عرفان وادراک ہی نہیں رکھتا، اسے پہچان ہی نہیں پاتا تو پھر اس کی حکم عدولی میں دلیر ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے انجام سے ہی لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ وہ بھول جاتا ہے کہ ایک دن اسے اپنے رب کے روبرو جوابدہی کے لیے حاضر ہونا ہے۔ انسان کا قلب غافل ہو جائے تو بھول جاتا ہے کہ دنیا میں اس کا قیام عارضی ہے اور وہ مادی لذات میں کھو جاتا ہے۔

دنیا کی حیثیت تو انسان کے ادنیٰ خدمتگار کی ہے۔ دنیا کا کارخانہ تو انسان کی مادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے چل رہا ہے۔ انسان کی زندگی کا سب سے پہلا اور آخری مقصد تو اپنے خالق، رب مہربان کی معرفت ہے۔ زمین پر اُترنے والے پہلے انسان کو اللہ تعالیٰ نے نبوت دے کر بھیجا تاکہ نسل انسانی پہلے دن سے اپنے رب کو پہچانے۔ اس کے بعد انبیاء کرام مسلسل آتے رہے تاکہ انسانوں کے قلوب تک معرفت کا نور پہنچاتے رہے اور وہ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ ہو کر اپنا مقصد حیات فراموش کر کے شرف انسانیت سے گر نہ جائیں۔

ہم وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتی ہیں۔ ہمیں اس عظیم تر نعمت کا احساس وادراک ہونا چاہیے کہ ہم تاجدارِ انبیاء ﷺ کی بیٹیاں ہیں (ہر نبی اپنی اُمت کا روحانی باپ ہوتا ہے) کیا ہمیں اس شفیق ومہربان ہستی کی نافرمانی زیب دیتی ہے جو ہماری پیدائش سے چودہ سو سال پہلے ہماری بہتری اور بھلائی کے لیے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر دعائیں کرتی تھی۔ ہم ابھی اس عالم آب وگل میں آئے بھی نہ تھے اور آپ ﷺ ہمارے انجام کے بارے میں فکرمند تھے۔ آپ ﷺ نے ہماری فلاح کا راستہ، دلوں کو چمکانے کی پالش، ذکر الٰہی تجویز فرمائی ہے۔ ذکر الٰہی دلوں کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور تزکیہ ہی فلاح و کامیابی کی ضمانت ہے۔ اللہ کا نام ہی اسم اعظم ہے اور تاقیامت حقیقی کامیابی اسی نام سے وابستہ رہے گی۔

ذکر الٰہی انسان کے دل کو روشن کرتا ہے اور روشن قلب انسان کو دو چیزوں کا شعور ودیعت کرتا ہے ایک یہ کہ اپنے آپ کو کیسے برتنا ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو کیسے نبھانا ہے۔ قلب برکات و فیوضاتِ نبوت کا حامل ہو کر یہ شعور حاصل کرتا ہے کہ اسے اللہ کی اطاعت کرنی ہے۔ ذکر الٰہی کا تسلسل قلب کی روشنی اور ادراک کو بڑھاتا چلا جاتا ہے اور یہی شعور قلب درحقیقت روح کی بلوغت ہے۔

جب ذکر الٰہی انسان کے قلب کو خوئے اطاعت عطا کرتا ہے تو اسے احکام الٰہی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ قرآن حکیم قلب کے اسی مطالبے کا جواب ہے۔ جس طرح دنیا میں ہر مشین کے ساتھ ایک ہدایت نامہ ہوتا ہے جو اس کا طریقہ استعمال، اس کی احتیاط، اسے خراب ہونے سے بچانے کے طریقے بتاتا ہے۔ قرآن حکیم انسان کے لیے ایسا ہی ہدایت نامہ ہے۔ روح وبدن کو کیسے استعمال کرنا ہے کہ اس کی پیدائش کا صحیح مقصد حاصل ہو سکے۔ روح وبدن کو بگاڑ سے کیسے بچانا ہے، ہر ہدایت و رہنمائی قرآن میں موجود ہے۔ لیکن ہم کسی ہستی کا حکم اس وقت مانتے ہیں جب ہمیں اس کے مقام ومرتبے کا احساس ہو۔ جب ہم اس کی برتری اور حاکمیت کو تسلیم کریں۔ جب دین نام ہی اس بات کا ہے کہ جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے وہ کرو، جس بات سے روکا ہے، رک جاؤ تو اس کا مطلب ہے کہ دین اللہ کی اطاعت کا نام ہے۔ اللہ کی اطاعت کے لیے اس کی عظمت کا احساس ضروری ہے اور یہ احساس.........کہاں سے آئے گا؟

یہ عظیم کتاب، قرآن حکیم ہمیں اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کے عظیم نام کی برکت سمجھائے گی۔ اللہ کا بابرکت نام ہمارے قلوب میں رچ بس جائے گا تو نور پیدا کرے گا جس کی روشنی دل کو معرفت الٰہی اور اس کی عظمت وبزرگی کا یقین عطا کرے گی۔ ہمارا دل کائنات کی اس سب سے زیادہ صاحب جمال وصاحب کمال، سب سے مہربان، سب سے زیادہ محبت کرنے والی ذاتِ بے ہمتا کو پہچان لے گا تو سو جان سے اس پہ فدا ہو جائے گا۔ یہ محبت، یہ خودسپردگی ہمیں اللہ کی نافرمانی سے روکے گی۔

تاریخ گواہ ہے کہ جنہیں یہ نور، یہ محبت نصیب ہوئی، وہ سینوں میں آتش شوق بھڑکائے پیام عظمت الٰہی لیے دنیا کے ہر کونے میں پہنچے اور اللہ کی تائید ونصرت سے ہر میدان میں کامیاب رہے۔ شمع توحید کے یہ

پروانے، یہ اصحاب رسول ﷺ وہ خوش نصیب ہستیاں ہیں جنہیں نگاہ مصطفوی نے وہ جلا بخشی کہ ان کے قلوب سے لے کر پورے وجود کا ذرہ ذرہ ذکر الٰہی سے منور ہوگیا۔ پھر کوئی طاقت، کوئی لالچ، کوئی خوف انہیں راہِ حق سے ہٹا نہ سکا۔ گھر بار لٹا دیے۔ رشتوں کو فراموش کر دیا حتیٰ کہ جانیں قربان کر دیں لیکن اسلام پر جمے رہے۔ وہ صحبت رسول ﷺ سے مشرف اور ذکر الٰہی سے منور ہستیاں ایسی جرأت زندانہ رکھتی تھیں کہ گنتی کے چند مجاہدین لاکھوں کے لشکر سے ٹکر لے لیتے اور نصرتِ الٰہی سے کامیاب ٹھہرتے۔

اسلام کی پہلی شہید ہونے کا اعزاز ایک خاتون کو حاصل ہوا۔ اس ضعیفہ پر تشدد کرتے کرتے خود ابوجہل بھی تھک گیا، کہا، ''جھوٹے منہ ہی سہی میرا بھرم رکھنے کو صرف ایک مرتبہ اللہ کا انکار کر دو''۔ لیکن اس ضعیفہ کا ایک ہی جواب تھا کہ جب میں دیکھ رہی ہوں کہ وہ ہے تو میں انکار کیونکر کروں؟ یقین کی یہ کیفیت جو ان خوش نصیبوں کو حاصل تھی۔ صحبت پیغمبر ﷺ کی مرہونِ منت تھی۔ یہ صحبت عالی کی برکات تھیں جن سے دل روشن ہوئے اور یوں چمکے کہ ان آئینوں میں جمالِ یار واضح نظر آتا تھا۔ آج بھی اس نعمت غیر مترقبہ کو حاصل کرنے کا، فلاح و کامیابی کا مدار تزکیہ قلوب پر ہی ہے۔

اُمت مسلمہ دلِ زندہ کی حامل ہو جائے۔ اس کا تزکیہ ہو جائے تو ہر فرد ملت کے آسمان کا درخشاں ستارہ بن کر چمکے گا۔ خلوصِ دل سے اطاعت نصیب ہوگی تو ہر مسلمان اللہ کا سپاہی بنے گا۔ اللہ کی تائید فرمانبرداری میں سرگرم عمل ہوگا۔

سورہ سباء کی آیات کا مطالعہ کرتے ہوئے کہ ''لوگ اللہ کی آیات (احکام) کو عاجز کرنا چاہتے ہیں۔ میں حیران ہوئی کہ بھلا اللہ کی آیات کو عاجز کرنے سے کیا مراد ہو سکتی ہے اور کون ایسا کر سکتا ہے؟ شیخ المکرم سے رہنمائی چاہی تو انہوں نے ارشاد فرمایا : ہم اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی کرتے ہیں تو گویا اس کے خلاف ایک دیوار کھڑی کرتے ہیں، رکاوٹ کھڑی کرتے ہیں ہم عملاً اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کو رد کرتے ہوئے گویا یہ کہتے ہیں کہ کام کرنے کا صحیح طریقہ تو وہ ہے جیسے ہم کر رہے ہیں۔

گناہ کا فلسفہ یہی تو ہے کہ ہر گناہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی ہے۔ کسی آیت قرآنی یا حدیث مبارکہ کی تردید ہے۔ اس کے برعکس اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ کا دوسرا نام نیکی ہے۔

اب ضرورت تو اس بات کی ہے کہ دل کا حال ایسا ہو جائے کہ وہ نیکی میں لذت اور گناہ کی کڑواہٹ کو محسوس کرے۔ دل میں یہ احساس جگانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نورِ الٰہی سے روشن ہو۔ اس کے لیے ضرورت پیش آتی ہے ایک شیخ کامل کی۔ ایسی ہستی کی جو ان برکاتِ نبوت کی امین ہو جو قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے جاری و ساری ہیں۔ شیخ خود بھی روشن سینہ رکھتا ہو اور اتنی قوت رکھتا ہو کہ اس نور کو مرید کے سینے میں منتقل کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ ایسے شیخ کی صحبت میں رہ کر ذکر اللہ کی دولت حاصل کی جائے۔ صبح و شام اللہ ہو کی تکرار کی جائے کہ یہی دلوں کے ہر مرض کی دوا ہے۔ یہی وہ صقالہ (زنگ دور کرنے والی چیز جیسے ریگ مال یا کوئی پالش) ہے جو دلوں کے زنگ دور کرے انہیں نورِ نبوت سے چمکا سکتا ہے۔ اللہ ہو ایک فقرہ ہے جس میں ہو اسم ضمیر ہے جو اللہ ہی کا قائم مقام یعنی اللہ (ہاں) وہی اللہ۔

اعتراض کرنے کے شوقین کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ھو کا ذکر بدعت ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ اللہ کا ذاتی نام، اسم اعظم لینا بدعت ہے یا سانس لینا بدعت ہے؟ یہ تو کرنے کا کام ہے کچھ دن کر کے دیکھ لیا جائے، آزما کر دیکھ لیا جائے۔ اس کے بعد اگر اس کی اثر انگیزی میں کوئی شک ہو (جو کہ ناممکن ہے) تو بے شک چھوڑ دیا جائے لیکن بغیر اسے آزمائے یا اپنائے، اس پر بلاوجہ اعتراض تو نہ کیا جائے۔ یہ ذکر تو انسان کی خود شناسی کی کنجی ہے۔ ہم خود کو پہچانیں گے تو ہمیں اپنے مقام و مرتبہ کا احساس ہوگا کہ بحیثیت مسلمان ہم کس بعد از خدا بزرگ، وجہ وجودِ کائنات، امام الانبیاء کی اُمت ہیں اور یہ کہ ہمیں آپ ﷺ کے ناموس کی حفاظت کرنی ہے۔

بعد از خطاب محترمہ ثمینہ اعوان صاحبہ نے طریقہ ذکر سکھایا اور نئے اور پرانے ساتھیوں کو ذکر الٰہی کروایا۔ اس محفل کا انعقاد اللہ رب العزت کی عطا کردہ توفیق سے ہوا۔ اللہ کریم تمام دلوں کو خلوص اور اپنی محبت سے نوازیں۔ ہماری کاوش کو قبول کریں اور مزید کام کرنے کی توفیق ارزاں فرمائیں۔ (آمین)

خواتین کا صفحہ

حضرت ہند بنتِ عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُمِ فاران راولپنڈی

نام ونسب:

ہند یا ہندہ نام تھا۔ قریش کے خاندان بنوشمس سے تھیں۔ نسب نامہ یہ ہے ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد الشمس بن عبد مناف۔ اُن کا باپ عتبہ، قریش کا معزز ترین سردار تھا۔ ماں کا نام صفیہ بنت اُمیہ تھا۔ (تذکار اصحابیات)

نکاح:

پہلا نکاح فاکہہ بن مغیرہ مخزومی سے ہوا لیکن پھر کسی وجہ سے جھگڑا ہو گیا اور علیحدگی ہو گئی۔ تب ابوسفیان بن حرب کے نکاح میں آئیں جو قبیلہ بنو اُمیہ کے مشہور سردار تھے۔

عام حالات:

عتبہ، ابوسفیان اور ہند تینوں اسلام کے سخت دشمن تھے۔ اسلام کی غیر معمولی ترقی اُن کو رشک وحسد میں مبتلا کرتی اور اسلام کی راہ میں ہر ممکن رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ ان سب کا سردار ابوجہل تھا۔

معرکہ بدر اور ابوسفیان کی سیادت:

سنہ ۲ ہجری میں جب غزوۂ بدر پیش آیا تو اس میں ہند کا والد عتبہ، قریش کے دیگر بڑے بڑے سردار اپنے پیشوا ابوجہل کے ہمراہ واصلِ جہنم ہو گئے تو ابوسفیان جو عتبہ کے داماد تھے اس نے ابوجہل کی جگہ لے لی اور مکہ میں اُن کی سیادت مسلّم ہو گئی چنانچہ بدر کے بعد جس قدر کفر و اسلام کے معرکہ پیش آئے ابوسفیان سب میں پیش پیش تھے اور ہندہ نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ اپنے شوہر کا اس کام میں ہاتھ بٹایا۔ دراصل باپ کے قتل نے ان کے دل میں جذبۂ انتقام کے شعلے بھڑکا دیئے تھے اور ہند خصوصیت کے ساتھ اپنے باپ کے قاتل، حضور ﷺ کے عم محترم حضرت حمزہ ؓ سے انتقام لینا چاہتی تھی۔

غزوۂ اُحد:

بنیادی طور پر غزوۂ اُحد، اہلِ مکہ کے جوشِ انتقام ہی کا نتیجہ تھا۔ ہند وشعلہ بیان مقرر تھیں انہوں نے اس آگ کو اور زیادہ بھڑکایا۔ جبیر بن مطعم کے غلام وحشی کو حضرت حمزہ ؓ کے قتل پہ آمادہ کیا۔ وحشی کو بھالا پھینکنے میں زبردست مہارت حاصل تھی۔ جب اُحد کے معرکے میں لڑائی کا تنور گرم ہو گیا تو ہند جو اس جنگ میں ساتھ آئی تھیں اور اشتعال انگیز رجز پڑھ کر کفار کو جوش دلا رہی تھیں اور دراصل وحشی جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، پہ نظر رکھے ہوئے تھیں کہ جن سے یہ وعدہ لیا تھا کہ حضرت حمزہ ؓ کو شہید کرنے کے صلے میں آزاد کر دیئے جائیں گے۔ بالآخر انہیں موقع مل گیا اور کفار سے لڑتے لڑتے حضرت حمزہ ؓ اس کی زد میں آگئے۔ اس نے بھالا پھینکا جو ناف میں لگا اور آر پار ہو گیا۔ حضرت حمزہ ؓ نے وار کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کر گئی۔ قریش کی عورتوں نے اس عظیم شہادت پہ مسرت کے گیت گائے۔ ہندہ نے جوشِ انتقام میں حضرت حمزہ ؓ کا پیٹ چاک کیا، جگر نکالا اور چبا گئیں لیکن گلے سے نہ اُتر سکا اس لیے اُگل دینا پڑا۔ رسول کریم ﷺ کو اس دردناک واقعہ سے بے حد صدمہ پہنچا۔

فتح مکہ اور قبولِ اسلام:

سنہ ۸ ہجری میں رسولِ اکرم ﷺ نے مکہ فتح کر لیا۔ فاتحانہ شان کے ساتھ آپ ﷺ دس ہزار صحابہ ؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ اس وقت کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو آنحضرت ﷺ کو انتقام لینے سے روک

سکتی لیکن آپ رحمتِ دو عالم ﷺ تھے آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی نہ صرف معاف فرما دیا بلکہ اعلان فرما دیا کہ جو شخص حضرت ابوسفیانؓ کے گھر میں پناہ لے گا اس سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ (ابوسفیانؓ نے فتح مکہ سے ایک یا دو دن پہلے اسلام قبول کرلیا تھا)

بیعت کے لیے حاضری:

ہندہ پر بھی اب اسلام کی صداقت عیاں ہو چکی تھی۔ آنحضرت ﷺ جب لوگوں سے بیعت لینے کے لیے بیٹھے تو مستورات بھی آئیں۔ شریف عورتیں عموماً نقاب پہنتی تھیں، ہند بھی نقاب میں آئیں۔ اس موقع پر حضور ﷺ اور ان کے درمیان یہ گفتگو ہوئی:

ہندہ: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہم سے کن باتوں پر بیعت لیتے ہیں؟

سرورِ کائنات ﷺ: شرک نہ کرو اور خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو۔

ہندؓ: یہ عہد آپ ﷺ نے مردوں سے تو نہیں لیا، تاہم ہمیں منظور ہے۔

سرورِ کائنات ﷺ: چوری نہ کرنا۔

ہند: میں اپنے شوہر کے مال میں سے کبھی کچھ لے لیا کرتی ہوں معلوم نہیں یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

سرورِ کائناتؐ: اولاد کو قتل نہ کرو۔

ہندؓ: ربیناھم صغارًا وقتلتھم کبارًا

۔ (ترجمہ: ہم نے تو اپنے بچوں کو پالا تھا، بڑے ہوئے تو (جنگ بدر میں) آپ ﷺ نے ان کو مار ڈالا۔

رسولِ کریم ﷺ کی شان کریمی پوری آب و تاب پر تھی۔ اپنے محبوب کا جگر چبانے والی اور پھر ایسی بے باکانہ گفتگو کرنے پر بھی رحمت عالم ﷺ نے درگزر فرمایا۔ ہند کو اپنی جان بخشی کی کوئی اُمید نہ تھی لیکن جب آپ ﷺ نے بالکل معاف فرما دیا تو ہند کے قلب پر اس کا بہت اثر ہوا اور ان کے دل کی دنیا یکسر بدل گئی۔ وہ صدقِ دل سے اسلام لے آئیں اور ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ "یارسول اللہ ﷺ! اس سے پہلے آپ ﷺ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی مبغوض نہ تھا لیکن آج سے آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی محبوب و محترم نہیں۔" (صحیح بخاری شریف)

اس کے بعد گھر جا کر اپنے معبود بت کو توڑ ڈالا اور کہا "ہم تیری طرف سے دھوکے میں تھے۔" (اصابہ، ج ۸، ص ۲۰۷:)

"اسد الغابہ" میں ان کے حسنِ اسلام کے متعلق لکھا ہے کہ "اسلمت یوم الفتح وحسن اسلامھا۔" (اسد الغابہ، ص ۵۶۳ :)

غزوات میں شرکت:

فتح مکہ کے بعد گو اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا اور عورتوں کو غزوات میں شریک ہونے کی ضرورت باقی نہ رہی تاہم حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں روم و فارس کی مہم پیش آئی تو مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی تیغ و تبر سے کام لینا پڑا۔ ہندؓ اور حضرت سفیانؓ جس جوش و خروش کے ساتھ اسلام کے خلاف صف آرا تھے قبولِ اسلام کے بعد انہوں نے اس کا کفارہ ادا کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ شام کی جنگوں میں جنگ یرموک ایک زبردست اور فیصلہ کن جنگ تھی۔ قیصر روم نے اس جنگ کی آگ میں اپنی پوری طاقت جھونک دی۔ دشمن کی تعداد دو لاکھ کے لگ بھگ تھی جبکہ مجاہدین تیس سے چالیس ہزار تھے۔ اس جنگ میں ابوسفیانؓ اور حضرت ہندؓ بڑے جوش و جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ دشمن کے زبردست دباؤ کے باعث جب بھی مجاہدین کے قدم پیچھے ہٹے عورتوں نے ان کو غیرت دلائی۔ حضرت ہندؓ رجز پڑھ پڑھ کر مسلمانوں میں جوش پیدا کرتی تھیں۔ اگر کوئی مسلمان لڑائی میں پیچھے ہٹتا تو اس کے گھوڑے کو خیمے کی چوب مار کر غیرت دلاتیں کہ جنت کو چھوڑ کر جہنم خریدتے ہو اور اپنی عورتوں کو رومیوں کے حوالے کرتے ہو۔

ایک موقع پر حضرت سفیانؓ لڑائی کے زور کے باعث پیچھے ہٹے اور انہیں ہندؓ نے دیکھ لیا۔ اپنے خیمے کی چوب لے کر ان کی طرف لپکیں اور کہا "خدا کی قسم تم دینِ حق کی مخالفت کرنے اور خدا کے

سچے رسول ﷺ کو جھٹلانے میں بہت سخت تھے۔ آج موقع ہے کہ رزمگاہ میں دین حق کی سربلندی اور رسول خدا ﷺ کی خوشنودی کے لیے اپنی جان قربان کردو اور اللہ کے سامنے سرخرو ہوجاؤ۔"

غیرت کے باعث ابوسفیانؓ شمشیر بدست پلٹ کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اسی جنگ میں ایک موقع پر رومی، عورتوں کی خیمہ گاہ تک آپہنچے۔ مسلمان، عورتیں جن میں ام ابانؓ، ام حکیمؓ، خولہؓ کے ساتھ ساتھ ہندؓ بھی شامل تھیں جنہوں نے اپنے خیمے کی چوبیں اکھاڑیں اور رومیوں کا منہ پھیر کر رکھ دیا۔ جب تک مسلمانوں کا ایک دستہ مدد کو آیا وہ ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہیں اور متعدد رومیوں کو جہنم واصل کیا۔

وفات:

اس ضمن میں دو روایات ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت ہندؓ نے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں انتقال کیا، اسی دن حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہؓ نے بھی وفات پائی۔ جبکہ ابن سعدؒ کی روایت ہے کہ ان کی وفات حضرت عثمانؓ کے عہد میں ہوئی۔ "کتاب الامثال" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جب حضرت ابوسفیانؓ نے وفات پائی (اور ابوسفیانؓ نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں وفات پائی تھی) تو کسی نے (ان کے بیٹے) حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ مجھ سے ہندؓ کا نکاح کردو۔ انہوں نے نہایت متانت سے جواب دیا، اب ان کو نکاح کی ضرورت نہیں۔" (اصابہ، ج ۸: ص ۲۰۶ :)

اولاد:

اولاد میں حضرت امیر معاویہؓ سب سے زیادہ مشہور ہیں اور تاریخ اسلام کی نامور شخصیت ہیں۔

اخلاق:

حضرت ہندؓ میں وہ تمام اوصاف بدرجہ اتم موجود تھے جو ایک عرب عورت کا امتیاز تھے۔ ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ میں لکھا ہے:
"كانت امراة لها نفسٌ وانفةٌ ورأيٌ و عقل۔" وہ ایک خوددار، غیرت مند، صائب الرائے اور دانشمند خاتون تھیں۔"

اوصاف:

صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق طبعاً نہایت فیاض تھیں۔ حضرت ابوسفیانؓ ان کو ان کے حوصلہ کے مطابق خرچ نہیں دیتے تھے۔ اسلام لانے کے وقت انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اگر میں ابوسفیانؓ کے مال سے کچھ لے لوں تو جائز ہے؟ آپ ﷺ نے اجازت دے دی تھی (بخاری شریف)۔ شعروشاعری میں بھی درک رکھتی تھیں۔ غزوہ بدر میں اپنے بھائی ابوحذیفہؓ کو شعروں میں ملامت کی۔ غزوہ احد میں اشعار کے ذریعے قریش والوں کو لڑائی پر ابھارا۔ جب زندگی میں اسلام کا انقلاب آیا تو اپنے شعروں مجاہدین اسلام کو کفار کے خلاف جوش دلاتی تھیں۔

اہل سیر نے ان کے متعدد اشعار نقل کیے ہیں۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ جب حضرت زینبؓ بنت رسول ﷺ مکہ سے جانے کے لیے رخت سفر باندھ رہی تھیں تو ہندؓ ان کے پاس گئیں اور کہا "اے بنت محمد ﷺ تم اپنے باپ کے پاس جارہی ہو اگر کچھ زاد راہ وغیرہ کی ضرورت ہو تو بلاتکلف کہہ دو میں مہیا کردوں گی۔"

اس روایت کے مطابق اسلام سے عداوت کے باوجود ان میں رواداری کا فقدان نہ تھا۔ قبول اسلام کے بعد ان کے فطری جوہر خوب نمایاں ہوئے اور انہوں نے اپنی سابقہ زندگی کی تلافی اپنے حسن کردار سے کر دی۔

☆☆☆

> حقیقت یہ ہے کہ جب سے عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں آنے لگے ہیں وہ مقام جہاں سے رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹتے تھے آج بیہودگی اور عیاشی، بے دینی اور آوارگی کے مرکز بن گئے ہیں۔ جہاں دین کے علاوہ سب کچھ موجود ہے اور جہاں سے دین داری اور ہدایت کے علاوہ سب کچھ ملتا ہے اور عاقبت بگڑرہی ہے۔
>
> دلائل السلوک از حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ذوالحجہ کے آخری دن تھے، حضرت عمر فاروقؓ مسجد نبوی میں نماز ادا فرمارہے تھے جب فیروز نام کے ایک غلام نے (جو مسلمان نہیں تھا) دو دھاری خنجر سے حملہ کرکے آپؓ کو زخمی کر دیا۔ زخم اس قدر شدید تھے کہ آپؓ کے منہ میں دودھ ڈالا جاتا تو وہ پیٹ کے زخم سے باہر آجاتا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریمؓ کو ایک یہودی جراح (Surgeon Doctor) کا بتایا گیا کہ جو جراحت کا ماہر تھا۔ وہ تلوار کا زمانہ تھا، زخم لگتے تھے اور طبیبوں اور جراحوں نے بڑے عجیب عجیب مرہم اور جراحت کے بڑے حیرت انگیز طریقے ایجاد کر رکھے تھے تو حضرت علیؓ کو جب اس جراح کا پتہ چلا تو آپؓ اس کو لینے کے لیے تشریف لے گئے۔ اُس جراح نے اپنے ملازم کو گھوڑا تیار کرنے کو کہا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نہیں اس طرح تو دیر ہو جائے گی۔ امیر المومنین کے زخموں کی حالت بہت خراب ہے، آپ میرے ساتھ، میرے پیچھے بیٹھیں اور چلیں۔ جراح نے اپنا بغچہ (Medical Box) اُٹھایا، حضرت علیؓ کے پیچھے گھوڑے پر بیٹھا اور حضرت علیؓ بڑی تیزی سے واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ حضرت علیؓ نے اپنا گھوڑا روکا اور فرمایا کہ آپ کو تکلیف تو ہوگی لیکن ابھی ہم آپ کے گھر کے قریب ہیں۔ میں آپ کو یہیں اُتار دیتا ہوں آپ واپس اپنے گھر چلے جائیں، اب آپ کی ضرورت نہیں رہی۔ جراح نے حیرت سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ اب میری ضرورت نہیں رہی، فرمایا کہ یہ جو سامنے بکریاں دیکھ رہے ہیں یہ کسی اور آدمی کی ہیں اور جس فصل میں چرنے کو گھس گئی ہیں وہ کسی اور شخص کا کھیت ہے۔ یہ دیکھ کر میں سمجھ گیا ہوں کہ فاروقِ اعظمؓ دنیا سے اُٹھ چکے ہیں۔ وہ جراح حیران واپس چلا گیا لیکن اس نے وقت نوٹ کرلیا اور جب بعد میں اس نے تصدیق کی اور اسے پتہ چلا کہ واقعی اس وقت حضرت عمر فاروقؓ دارِ فانی سے رخصت ہو چکے تھے تو اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ لیکن ہمیں اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی ہستی مبارک وہ ذات تھی جس نے نیکی اور برائی کے درمیان ایک حد قائم کی ہوئی تھی، اس طرح کہ آپؓ کے وجود کی برکت سے ایک جانور تک کسی دوسرے کی فصل میں نہیں گھستا تھا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے آپؓ کو فاروقؓ کا لقب عطا فرمایا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو یکم محرام الحرام کو روضہ اطہر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حلیہ مبارک:

حضرت عمر فاروقؓ کا رنگ گندم گوں تھا۔ دراز قد تھے یہاں تک کہ ہزاروں کے مجمع میں کھڑے ہوتے تو آپؓ کا قد مبارک سب سے لمبا ہوتا۔ رخسار مبارک کم گوشت تھے، داڑھی مبارک گھنی اور مونچھیں بڑی تھیں۔ سر مبارک کے بال سامنے کی طرف سے کم تھے جس کی وجہ سے ماتھا مبارک چوڑا اور بڑا تھا۔

نہایت سادگی، قناعت اور بے تکلفی سے رہتے تھے۔ ایک دفعہ چند لوگ آپؓ کا انتظار کر رہے تھے۔ آپؓ گھر سے کچھ دیر میں باہر تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے سو انہی کپڑوں کو دھو کر سوکھنے ڈال دیا اور خشک ہو گئے سو وہی پہن لیے۔ اس چیز کو پسند فرماتے تھے کہ لوگ اپنی حیثیت کے مطابق اس طرح کا مناسب حلیہ اختیار کریں کہ اس میں آرائش اور تکلف نہ ہو۔

غذا:

غذا نہایت سادہ تھی۔ عام طور پر دستر خوان پر گیہوں کی روٹی اور زیتون کا تیل ہوتا تھا۔ کبھی کبھار کھانے میں گوشت، دودھ یا ترکاری ہوتی تھی۔ غذا اس حد تک سادہ تھی کہ مہمان یا دوسرے ممالک سے آئے ہوئے سفیروں کو کھانے میں دقت ہوتی کیونکہ وہ اس قدر سادہ غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے شروع میں زراعت اور تجارت بھی کی۔ پھر خلافت کے چند برس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی تنخواہ مقرر ہوئی جو کہ بس اس قدر تھی کہ اس سے معمولی خوراک اور لباس پورا ہو پاتا تھا۔

دنیا کی سب سے بڑی حکومت کے سربراہ اور فاتح اعظم امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت کے چند واقعات:

حضرت عمر فاروقؓ کو لوگوں کی بھلائی کا بہت خیال رہتا تھا۔ آپؓ اپنے خادم کو ساتھ لے کر رات کے وقت شہر میں گشت پر تشریف لے جاتے تاکہ خود ذاتی طور پر لوگوں کو قریب سے دیکھیں کہ کہیں کوئی تکلیف میں تو نہیں۔ ایک دفعہ آپؓ اپنے خادم کے ساتھ کہیں سے گزر رہے تھے کہ ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی۔ جب بچے کافی دیر تک خاموش نہ ہوئے تو آپؓ نے دروازہ کھٹکھٹا کر بچوں کے رونے کی وجہ پوچھی۔ اندر موجود خاتون نے بتایا کہ بچے بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ میں نے بچوں کو چپ کروانے کو چولہے پر خالی ہنڈیا چڑھا رکھی ہے لیکن میرے پاس پکانے کو ایسا کچھ نہیں جو پکا کر بچوں کو کھلا سکوں۔ حضرت عمر فاروقؓ واپس گئے اور سرکاری خزانے سے آٹا، کھجوریں اور کھانے کی دوسری اشیاء بوری میں ڈالیں اور خادم سے فرمایا کہ اسے میری کمر پر رکھوا دو۔ خادم نے عرض کی کہ امیر المومنین آپؓ کیوں تکلیف کرتے ہیں، میں اسے اُٹھا کر لے چلتا ہوں۔ اس پر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ نہیں میں یہ خود ہی اُٹھا کر لے جاؤں گا۔ یہاں تو تم میرا بوجھ اُٹھا لو گے مگر قیامت کے دن یہ بوجھ کون اُٹھائے گا۔ آپؓ نے اس خاتون کے گھر وہ سامان خود پہنچایا۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شخصیت مبارک بہت رعب داب والی تھی۔ پھر آپؓ اتنی بڑی سلطنت کے سربراہ تھے کہ اتنی بڑی سلطنت کا آج تک کہیں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن آپؓ نے ہر خاص و عام شخص کو اجازت دے رکھی تھی کہ اگر کوئی بھی آپؓ کو کسی بھی قسم کا قابل اعتراض کام کرتے دیکھیں تو ٹوک دیں۔ ایک دفعہ آپؓ خطبے کے لیے کھڑے تھے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ملک یمن سے جو چادریں آئی تھیں، اُن میں سے ہر شخص کو ایک ایک چادر ملی تھی۔ آپؓ کے حصے میں بھی ایک ہی چادر آئی تھی لیکن آپؓ نے اس وقت جو کرتا پہن رکھا ہے وہ ایک چادر سے نہیں بن سکتا، اس لیے کہ آپؓ کا قد (مبارک) لمبا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپؓ نے اپنے حصے سے زیادہ لیا ہے۔ اس شخص کی بات سن کر حضرت عمر فاروقؓ ناراض نہیں ہوئے بلکہ نہایت اطمینان سے فرمایا کہ آپ کی اس بات کا جواب میرا بیٹا دے گا۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے آگے آئے اور انہوں نے بتایا کہ میں نے اپنے حصے کی چادر اپنے والد گرامی کو دے دی تاکہ اُن کا کرتا بن سکے۔

ایک دفعہ فاتح اعظم امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ بیمار پڑ گئے۔ طبیب (Doctor) نے علاج میں شہد تجویز فرمایا۔ بیت المال میں شہد موجود تھا لیکن آپؓ نے بغیر اجازت لینا پسند نہیں فرمایا۔ مسجد نبوی تشریف لے جا کر لوگوں سے باقاعدہ اجازت لی اور صرف بقدر ضرورت شہد لیا۔ (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

ہمیں اپنے بیٹے جس کی عمر پینتیس سال ہے، اپنا ذاتی کاروبار اور لاہور کا رہائشی ہے۔ کیلئے ہم عمر کنواری / مطلقہ / بیوہ کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ کریں

0345-4305889
0336-4111702

بادام

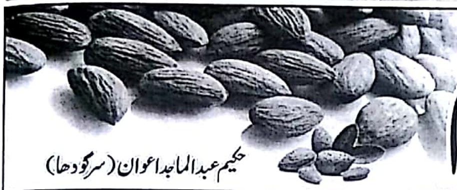

حکیم عبدالماجد اعوان (سرگودھا)

بادام :۔خشک میوہ جات میں بادام کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اسکی کاشت بلوچستان، کشمیر ہماچل پردیش اور ایران میں ہوتی ہے۔اسکی دو اقسام ہیں۔میٹھا بادام، کڑوا بادام کا مزاج گرم تر ہوتا ہے۔

بادام کی غذائی خصوصیات:۔

بادام نمکیات اور وٹامنز کا بہترین غذائی ذریعہ ہے اس میں وٹامن ای الفا ٹوکو فیرول کی شکل میں موجود ہے ایک اونس بادام روزانہ درکار وٹامن ای کا 35 فی صد مہیا کرتے ہیں اور پروٹین کا 12 فیصد مہیا کرتے ہیں بادام کھانے سے وزن نہیں بڑھتا کیونکہ اس میں کم کیلوریز ہیں۔ بادام میں نشاستہ نہیں ہوتا لہذا ذیابیطس کے افراد بھی اسے استعمال کر سکتے ہیں۔

بادام کی ادویاتی خصوصیات

☆۔بادام دل کی بیماریوں سے تحفظ فراہم کرتا ہے۔اس میں موجود میگنیشیم خون کی نالیوں کو تنگی (Thickening) سے بچاتا ہے اور ہارٹ اٹیک

کے خطرے کو نمایاں طور پر کم کرتا ہے۔

☆۔بادام میں موجود ریشہ کولون کینسر سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆۔بادام کا استعمال تمام قسم کے سرطان (کینسر) سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی وجہ سے بادام میں موجود، وٹامن ای اور فائیٹو کیمیکلز کی خاصی مقدار ہے۔

فولک ایڈ (بادام میں موجود) گردن اور پھیپھڑوں کے کینسر کے خطرے کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

☆۔ بادام بلڈ پریشر اور دل کے افعال کو نارمل رکھتا ہے۔کیونکہ اس میں کولیسٹرول نہیں پایا جاتا جب کہ پوٹاشیم کی خاصی مقدار موجود ہوتی ہے۔

☆۔بادام کا استعمال کھانے کے بعد شوگر کو بڑھنے نہیں دیتا۔

☆۔بادام کا استعمال خواتین میں پتے کی پتھری بننے (Gall stone) کے خطرے کو 25% تک کم کر دیتا ہے۔یہ بات 80,000 خواتین پر کی گئی تحقیق کے نتیجے میں سامنے آئی ہے۔

☆۔بادام کا استعمال LDL کولیسٹرول کو 9% کو تک کم کر دیتا ہے۔ (Sabaeet 2003)

☆۔سینے کی جلن (Heartburn) کی صورت میں بادام کا استعمال فوری آرام دیتا ہے۔

☆۔خون کی کمی میں بادام کا استعمال مفید ہے کیونکہ اس میں تانبا پایا جاتا ہے جو کہ فولاد اور دوسرے وٹامنز کے ساتھ مل کر ہیموگلوبن کے بننے پر عمل کو تیز کرتا ہے۔

☆۔مزمن قبض (Chronic Constipation) میں بادام کا استعمال فائدہ دیتا ہے۔

☆۔جلدی بیماریوں جیسے چہرے پر دانے (Simple)، جلد کا انفیکشن (Skin infection) ایگزیما میں بادام کا بیرونی استعمال مفید سمجھا جاتا ہے۔

(جاری ہے)

سالانہ پروگرام سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

۱۴۳۷ ہجری بمطابق 2016ء

تاریخ	تاریخ قمری	ایام	تفصیل	کیفیت
3-2 جنوری	۲۱۔۲۲ ربیع الاوّل	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	جلسہ بعثت عالی ﷺ
7-6 فروری	۲۶۔۲۷ ربیع الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
6-5 مارچ	۲۵۔۲۶ جمادی الاوّل	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
3-2 اپریل	۲۳۔۲۴ جمادی الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
8-7 مئی	۲۹۔۳۰ رجب المرجب	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
5-4 جون	۲۷۔۲۸ شعبان المعظم	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
26 جون تا 6 جولائی	۲۰۔۳۰ رمضان المبارک	اتوار/ بدھ	اعتکاف رمضان المبارک	
23 جولائی	۱۷ شوال المکرم	ہفتہ	آغاز سالانہ اجتماع	
28 اگست	۲۴ ذوالقعدہ	اتوار	اختتام سالانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
2-1 اکتوبر	۲۸۔۲۹ ذوالحجہ	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
6-5 نومبر	۳۔۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
4-3 دسمبر	۱۔۲ صفر المظفر	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل

ہدایات:

۱۔ بروز ہفتہ احسن ہے کہ عصر کے اجتماعی ذکر میں شامل ہوں یا شام سے پہلے مرکز پہنچ جائیں۔ موسم کے مطابق اپنا بستر ہمراہ لائیں۔

۲۔ 5-4 جولائی کو ماہانہ اجتماع بوجہ رمضان المبارک منعقد نہ ہوگا۔

۳۔ اعتکاف / عیدین چاند کی تاریخوں سے مشروط ہیں۔

۴۔ جنرل کونسل کے علاوہ ہر ماہانہ اجتماع پر اجلاس الاخوان پنجاب منعقد ہوگا۔

دستخط حضرت شیخ المکرم

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم : کثرت سے حج اور عمرہ کرنے والا غریب اور محتاج نہ رہے گا۔
ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

زیارت حرمین شریفین اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں

احباب سلسلہ کیلئے اسپیشل ڈسکاؤنٹ اور بہترین سروس کیساتھ۔

مارچ 2016 میں ساتھیوں کا گروپ بھی روانہ کیا جائے گا۔
اُس کے لئے بھی بکنگ جاری ہے۔ خواہش مند حضرات رابطہ کریں

سستے ترین عمرہ پیکیج

اکانومی
بجٹ اکانومی پلس سٹارز ہوٹلز
پیکیجز دستیاب ہیں

اور تمام ائرلائنز کی ٹکٹیں ایڈوانس بکنگ کیساتھ فوری دستیاب ہیں
نیز سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کے
ورک ویزوں کے پراسس کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

العروج انٹرنیشنل ٹریولز
IATA PIA Come Fly With Us & PSA
GOVT LIC 2223
اینڈ اوورسیز ایمپلائمنٹ پروموٹرز
لائسنس نمبر LHR-1559

اکال والا روڈ عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ
PH: 0334-6289958
0311-6289958
0336-2030319
046-2511559
046-2512559

Email:alarooj@hotmail.com

Islamic State. Hazrat Hussain(RAU) could not tolerate this and paid the price with his blood;making it very clear as to where was the path of Truth and where does falsehood start.

It is so sadly true, that we remember the incident of Karbala alone;because we love the Noble Household of our Beloved Prophet (SAWS), but we never bother to think why did they give such a great sacrifice?And if it was to uphold and safeguard human rights, then do we ever care to reflect over our own characters;hether we are violating the rights of anyone?Do we help the oppressed?Do we resist the oppressor and prevent him from oppression or are we amongst those whotake the stipends from the oppressors and shout slogans in their favor?It has been over half a century that we got this country in the name of Islam and now Islam has become the greatest issue in Pakistan. People say Islam cannot be implemented here as it is a very difficult task.When asked why is it difficult;they say that it is not feasible in terms of economics and there will be an economic fiasco. Why would there be such a difficulty Because if interest is eliminated from the fiscal system, the poor will also get their share and will be able to stand up for their rights. The interest based economy makes the rich more richer and the poor, poorer. So they say Islam cannot be implemented because interest cannot be finished and also because Islam does not allow any autocrat to become the sole ruler. Is it permissible that all types of resources, army, treasuery security be deployed at the discretion and protection of one person and the rest have no share in these resources?And when people start to question this imbalance, they are silenced by force.

I do not say anything, the readers may decide whether this is Husaniyat or Yazidiat?Today we see religious stalwarts standing in the ranks of the autocrats, chanting slogans, in their favor. So which side are they on?In whose army are they enrollrd?And for those who merely arrange mourning sessions, serve food and participate in mourning processions;do they feel that they have done justice to the martyrdom at Karbala?Do they feel that this is enough to be done in return of such a great sacrifice?What do you think is the value and greatness of the Noble blood of the Prophet(SAWS) The importance of anything, that is associated with the Prophet(SAWS), can be estimated by the fact that even the dress, shoes worn by him (SAWS), the animal he (SAWS) rides,the piece of land he(SAWS) steps on, all these become illuminated with Allah's (SWT) zikar.That piece of land becomes more radiant than the moon as compared to the rest of the land.Similarly the animal which He(SAWS) rode, becomes superior over the rest. He(SAWS) is Allah's Prophet upon whom the trees and stones send salutations and even the angels seek permission for admission in his(SAWS) Noble presence.

The last moments of Prophet (SAWS)'s life;his (SAWS) Noble head resting against Hazrat Aisha (RAU) and Hazrat Fatima(RAU), his beloved daughter is also sitting by his side when they hear a knock at the door asking for permission to enter. Hazrat Fatima (RAU) was annoyed and said:"Who is it and can't he see that the Prophet(SAWS) is in pain, why is he seeking permission at this time At this the Prophet(SAWS) had replied that this is the door of your father, dear daughter, where the Angel of Death too is seeking permission to enter, otherwise he never seeks anyone's permission. Why then members of such a Noble Household be martyred in such a brutal way?Would they be martyred if they had also compromised and taken the oath of alleigance, which others had taken?

to be continued....

threatened the Muslims that they would destroy the grave, in no time. At this Yazid had said that their act, would tantamount, to the destruction of all the Churches that stand inside the Islamic State, extending from Africa to Siberia and from China to Spain. Hence nobody ever tried to be nasty, with the grave. As we know that the Muslims lead expeditions against Constantinople because the Prophet (SAWS) had given the glad tidings of Jannah to the army that would conquer Constantinople. All along, Muslims tried their best to capture Constantinople, motivated by this incentive. Constantinople, though, was captured much later, by Sultan Muhammad Fateh (RAU).

The question is, that we see Yazid leading an army against Constantinople, and Hazrat Hussain(RAU) participating, under his command. Later on, when this Yazid assumed power, to whom, many Companions(RAU) had pledged their allegiance;what were the reasons, behind Hazrat Hussain(RAU) not taking the oath?What caused such a confrontation?Was Yazid present in Karbala?Had the laws of the state been changed?Had he altered the Quran?Nothing of the sort had happened. The laws of the State and its Constitution and the Courts were the same as, during the Prophet(SAWS)'s era. The Quran was the same as well as the fasting and prayers. Everything was the same and it was said that Yazid was good, in the beginning, but his character became dubious, later on. However it is worth a thought, that if, the entire State was being run on an Islamic Constitution and Quran was being implemented, then what went wrong?Yazid was the person who became the first ruler, to believe, that his power, army and state authority was his personal. Had this been his attitude, while Hazrat Ameer Muawiya(RAU) was in office, than Hazrat Hussain would have fought against, this nomination. However, history reveals that Hazrat Ameer Muawiya (RAU) honoured Hazrat Hussain(RAU), a lot, and had fixed an annual stipend worth one lac twenty nine thousand) approx to serve the needs of the Noble Grandson of the Prophet (SAWS). Hazrat Hussain (RAU) accepted this service and never had any objection against Hazrat Ameer Muawiya (RAU) nor ever thought of fighting against him. When Yazid assumed power, though his title was the same'Ameer ul Momineem 'but in reality he had drifted away from the continuity seen in the history of Islam so far. He made a big change and that was to take his State power and resources as his personal asset. This was such a big change that it was more severe in gravity than a single persson's crime of becoming an apostate. If a single muslim turns back from Islam his apostasy does not harm Islam, as Allah(SWT) can guide ten more non muslims to embrace Islam. This was the beginning, of derailing the nation, from the path of the rules of Governance, set by the Prophet(SAWS) himself. It was Hazrat Hussain(RAU) who stood up against him, to prevent him from changing the direction of Governance. The entire Household, the Noble family of the Prophet(SAWS) was crushed under this derailed train of power. This action, told the world what is Islam and what it stands for.Their blood scribed it in the annals of history, that Power belongs to Allah(SWT) alone and not to any autocrat. Nobody shall be accepted as a Pharaoh, and only the laws of Allah (SWT) as taught by His Propuet(SAWS), shall be enforced. The head of the State will be the custodian of Divine Laws and will implement them as his official responsibility. He cannot be allowed to implement his own personal decisions, for this is a matter of justice regarding human rights. The human rights of nonbelieving citizens would also be affected;indeed it was a matter of great concern, it involved the rights of all the subjects living in an

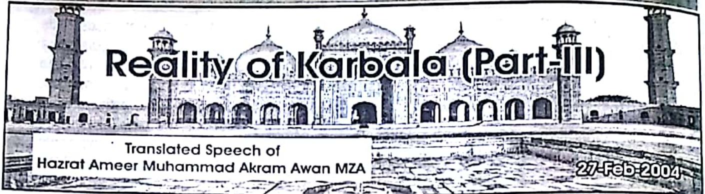

Reality of Karbala (Part-III)

Translated Speech of
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

27-Feb-2004

The issue was that the Head of the Islamic State was martyred, ruthlessely, and their demand was that all the rebels who were involved, in his assassination, should be killed. Hazrat Ali(RAU) denied this demand and said that only the actual assassins would be killed and not the entire group of rebels. Eventually, the two sides negotiated and agreed upon Hazrat Ali's(RAU) verdict. When this truce was made some of the mischief mongers, of the same lot of rebels, that had conspired against Hazrat Osman(RAU) were present there and they ambushed the camp of Hazrat Ameer Muawiya(RAU). That was done to make it look like an attack from Hazrat Ali's(RAU) side, but when Hazrat Muawiya(RAU) found out, he ordered his soldiers to place Quran on their spears and stand up. He said when the issue had been resolved according to Quran, then stand with Quran and see who came forth to kill them, there was nothing to fight over when they had decided according to Quran. When Hazrat Ali found out about the incident, he(RAU) asked as to who had ordered the ambush. So the group who was behind the plot, alienated themselves, from Hazrat Ali(RAU) and became known as Kharjites. These were the same rebels who had besieged Hazrat Osman(RAU) and later on gave a tough time to Hazrat Ali(RAU), throughout his rule. Hazrat Ali(RAU) had fights with Kharjites on many occasions and was later martyred by these evil people. Even during Safeen, Hazrat Ali(RAU) allowed Hazrat Muawiya(RAU) to be the Governor of Syria and throughout his Caliphate Hazrat Muawiya(RAU) remained in office, as the Governor of Syria.

After the martyrdom of Hazrat Ali(RAU), when Hazrat Hassan(RAU) assumed the role of Caliph, the conspiracies started to grow. Therefore, Hazrat Hassan (RAU) summoned Hazrat Ameer Muawiya(RAU) and requested him to take over the responsibility of the state as it was a bit too much for him to handle.Thus Hazrat Muawiya(RAU) became the Leader of the Believers(Ameer ul Momineen(.After the death of Hazrat Ameer Muawiya(RAU), his son Yazid, who had been nominated by Hazrat Ameer Muawiya(RAU), assumed power and became the Head of the State. Hazrat Ameer Muawiya (RUA) had nominated Yazid, as his heir, at the time when Yazid had been deputed as the Commander of the army being sent to conquer Consatantinople (Istambul) and Hazrat Hassan(RAU) and Hazrat Hussain (RAU) were fighting under his command. Hazrat Ameer Muawiya(RAU) had taken a promise from many eminent Companions (RAU) in his life that they would take Yazid as their ruler, after his death. Yazid was the same person who had lead the expedition of the conquest of Constantinople, and on the way, the ailing Hazrat Abu Ayub Ansari (RAU) had made a will to bury him in the closest proximity, of the city of Constantinople. Hence the Islamic army, led by Yazid, took the noble body of Hazrat Abu Ayub(RAU), to the city and buried him, just outside the wall of Constantinople. The people of the city

enough by itself unless the first two are combined with it.

According to Imam Qurtabi, Hadith-e Jibril constitutes the fountainhead of Sunnah. Qadhi Ayyadh in his Behr ar-Raiq said that this Hadith includes all invocations, all forms of worship(inward, as well as, outward), and religious practice, sincerity of the body and the soul. Sheikh al-Hind, Maulana Mahmud al-Hassan(the most celebrated scholar of the Indian sub-continent of his time said that Imam Bukhari's explanation of this Hadith aims at highlighting the fact that its contents, namely the principles and the ramifications, the practices, Iman, Islam, Ihsān, and the moral codes are all components of the Faith. The word Bashashat)delight) occurring in the Hadith pertaining to Caesar of Rome quoted later, means Ihsān, which implies that anyone endowed with the delight of Faith has indeed been blessed by Him and the Faith, with all its sweetness, lies embedded in his heart. It will not be incorrect to infer that he shall not turn a renegade. One can hardly retain one's faith if not blessed with such an understanding.

Imam Rabbani writes in his Maktubat (Epistles) that once the meditation Fana-fillah and Baqa-billah is well established, one surely dies on Faith. The word'Bashashat' in the said Hadith has led the Imam to make this surety conditional upon constancy.

Allama Qastlani regards this Hadith as comprehensive. The first part i.e. "worship ALLAH as if you see Him" points to the manifestations and vision of Divinity, while the second part, i.e...."If you see Him not, yet He sees you", refers to meditation.

This in fact points to the two states of a seeker. Some are blessed with kashf who start observing the Divine Refulgence, the Angels, the spirits, while others do not, but their spiritual status remains unaffected by this difference of states.

The historical background of Hadith-e Jibril further enhances its importance. Jibril had come in the guise of a man shortly after the return of the Prophet-S.A.W. from Makkah after his last pilgrimage;when he was nearing the end of his temporal existence. The religion had, by then, been perfected and all commandments revealed. In a single sitting, Jibril narrated the gist of the Faith, as is evident from the Prophet's-S.A.W. comment, "He came in order to teach you your religion." This manifests the very aim of Hadlth-e Jibril, i.e. in a single meeting the essence of the Faith was placed before the Prophet-S.A.W. to help reinforce and strengthen its commandments, with a dominant Note at its three aspects. Just as Salat-e Witr is not performed with two rak'āt, the religion will not be complete without its third component, i.e. Tasawuf.

However, there are two types of attitudes regarding Tasawuf. A group of people who do not practice it, they are like those who do not offer their prayers;Shari'ah regards them as sinners. Yet there are others who disavow it. This amounts to the rejection of one third of the religion;and rejection of a part, as a rule, means rejection of the whole. We can only pray for such people.

May ALLAH show them the light!

Another commentary on Hadith-e Jibril in Sharah Aqidah as-Safarini(vol: I, p: 430:)

The sum total of this Hadith is that the Faith and its adherents comprise three groups, as announced by the Prophet-S.A.W. The first group is represented by the word Islam, the second by Iman, and the third by Ihsān. Anyone who excelled in all three touched the zenith indeed. This classification of the Ummah into three groups has been referred to in the Qurān in these words:

Then We gave the scripture as inheritance to those whom We elected of Our bondsmen. But of them are some who wrong themselves and of them are some who are lukewarm, and of them are some who outstrip(others) through good deeds by ALLAH's leave. That is the great favour. (35: 32)

(to be continued)

Creator and creation;anyone endowed with it is called a man of Nisbet(connection) and there are four major Orders in Tasawuf: Suharwardy, Qadiri, Chishti and Naqshbandi. We are linked with the first one for the last ten generations without a break. The commands and prohibitions, promises and threats, passed down to us in Shari'ah. To act on them and to be absorbed by them is Tariqah. At this stage all practices are completely identified with the Faith. This was the state of our pious precursors, but today we find only precepts without practice, faith without physical certification. There are so many reciters of the Book who are imprecated by the Book itself. To be able faithfully, to follow the way shown by our ancestors will be the real success. This goes to prove that Shari'ah and Tariqah are not two separate entities as generally believed by the masses.

Elaborating the difference between the words and their meanings, the author continues(vol: I, p: 304:)

I am not one of those who depend solely upon words to draw conclusions in matters pertaining to the Faith. To me, the real meaning lies in what has been inherited by the Ummah and accepted by its pioneers for they are the torch bearers and real guides of the Faith. We trust them fully and brook no doubt about them.

The glorious Faith has been handed down to us in a narrative form. At the same time, a group of people having deep insight into the real meaning of these words continued to exist throughout the ages. Besides, they provided the practical example. This age-old practice is the quintessence of the Faith. Full trust therein constitutes the real faith and it is this very faith which has reached us through the four schools of juristic thought on the one hand, and the four Sûfi Orders on the other. The Sunnis rely solely on these two spheres of Prophethood. If we make undue allowance in the matter of interpretations, it will no longer be a Faith but only unbridled egoism. The correct interpretation of the Faith recounted over the generations will, therefore, depend on age-old and well established practice by the majority.

There are, however, vast contradictions in the matter of precept and practice. High claims of knowledge that are bereft of practice, such knowledge is like a barren tree. To quote the great sûfi Master Jami:

Should you aspire for knowledge, be mindful of practice;for knowledge without practice is a deadly poison.

As regards the Faith, it is a confession which as a rule must be supported by genuine testimony. In the absence of such a testimony, the confession is of no consequence and the one making it is declared a liar. Any confession of Faith must, therefore, be authenticated by practice, which is the only yardstick;otherwise it will be a farce. It is unfortunate that Muslims, by and large, are the victims of this contradiction.

What is Faith?

"Jibril came to expound to you the Faith", so that you are made wise in the matter of beliefs and practice both inward and outward. (Umdah tul-Qari, vol: I, p: 339)

The famous Hadith-e Jibril expounds three branches of knowledge:

Firstly, the beliefs this is dogmatic theology. The second is commands, prohibitions and the understanding thereof this is Fiqh. The third pertains to inner manifestations and contemplations which is Tasawuf. These three constitute the Faith as a whole. Ihsān is the heart and soul of Tasawuf, which is another name of singular devotion or sincerity. This is exactly how the accomplished saints of Islam defined Tasawuf.

Analogously, the religion of Islam is like Salat-e Witr comprising three rak'ãt.

1. The first Iman(honest confession of the Faith.)
2. The second – Islam (the oral proclamation of this confession.
3. The third Ihsān(sincerity.

Only the third component would complete the Witr, but it would not be

An Objective Appraisal of The Sublime Path

Translation of "Dalail us Suluk" written by Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

Chapter 3 Continued

The denial of Tasawuf and the Path is not due to any scholarly or rational reasons, but stems from ignorance, obduracy and animosity. Scores of verses in the Qurān provide its basis, which have been quoted by the traditionalists to prove its authenticity. The explanation of these verses is contained in numerous sayings of the Prophet-SAWS as well as the precepts of the sûfi Masters. Principles aside, even the minor details of Tasawuf derive their strength from the Book and Hadith. It can be said, without fear of refutation, that the various ways of the sûfis and their line of approach explaining their precepts and practices, vis-à-vis, the outcome or the end result, both in principle and in detail, are supported by categorical injunctions of the Qurān as well as Hadith, as follows later.

The Islamic beliefs, the details of Fiqh, the practices, the ethics and the various forms of worship, constitute the infra-structure of Islam;while its heart and soul lie in sincerity or Ihsān, another name of Tasawuf and the Path. For example, all the jurists are unanimous that the fast is not broken by back-biting, that is to say, the structure of this worship remains intact as a matter of law, but authentic Hadith declares that back-biting destroys the very spirit of Saum(fast) In this case the fast will be of no consequence just like a body without a soul. Tasawuf paves the way to these realities. Therefore, the maulvi(a religious scholar) symbolises the precept and the body, while the sûfi represents the practice and the soul. The rewards and retributions of the dead in Barzakh, which the maulvi shall witness only in the Hereafter, are observed by the sûfis while in this temporal existence. Whatever the former sees in a dream, the latter sees through kashf while awake;and that is why he has a degree of semblance with the Angels.

Hadhrat Jabir quotes the Prophet-SAWS "Hymning His praise will become natural with the dwellers of Paradise as a reward, just as breathing is to you" al-Mishkāt, p: 488

This exactly is the state the sûfis experience in their method of zikr termed as Pās Anfās guard every breath. Hadhrat Jabir's Hadith provides the basis and proof of this method. The Hadith about Jibril's first visit at Mount Hira hints at a certain state of suffocation as experienced by the Prophet-SAWS The Prophet-SAWS had said that Jibril pressed him while embracing, to an extent that he felt the throes of death. This state is normally experienced in suffocation or choking. When the Divine lights descend at a devotee engaged in zikr, he finds himself under pressure and suffocation.

Here is a quotation from Faidh al-Bari(vol: I, p: 149–150 pertaining to recitals, sûfi practices, connections and various Sûfi Orders:

The word Ihsān covers the entire range of virtues, be it recitals or sûfi practices. The former pertains to formulae emanating from the Prophet-S.A.W, while the latter comprises the Dharb(emphatic recitals of His name so as to cause minor concussion of the heart and states described by the sûfi Masters. The connection, in sûfi terminology, is a particular one, distinct from

MONTHLY
Al-Murshid

January 2016
Rabi-ul-Awwal / Rabi-us-Sani, 1437 H

عن أنس رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال: ما من قوم اجتمعوا يذكرون الله لا يريدون بذلك إلا وجهه إلا ناداهم مناد من السماء أن
قوموا مغفورا لكم قد بدلت سيئاتكم حسنات (رواه احمد رقم الحديث 12453)

Narrated by Hazrat Anas (R.A.U), The messenger of Allah (SAWS) said, Those who gather to remember Allah, to seek His pleasure are called upon from the heavens by a caller who says when you get up from this gathering take with you Allah's forgiveness for Allah has transformed your sins into good deeds.

The Hearts that have even been erased of the remembrance of Allah (SWT) are not hearts but are stones in the bosom; can only cause destruction. (Page No. 13)

Al-Sheikh Ameer Muhammad Akram Awan

Mosque-Madrassa of Sultan assan (Cairo, Egypt)

MONTHLY AL-M... S/GPL # 15
T-AWAS/A SOCIETY COL... WN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے

انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255